جلد نمبر
1

ابنِ صفی

جاسوسی دنیا

1- دلیر مجرم
2- خوفناک جنگل
3- عورت فروش کا قاتل
4- تجوری کا راز

جاسوسی دنیا نمبر 2

خوفناک جنگل

(مکمل ناول)

پیش رس

جاسوسی دنیا کا دوسرا ناول ''خوفناک جنگل'' ملاحظہ فرمایئے۔ جس کے اب تک بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کہانی جنگل میں ایک عورت کی لاش سے شروع ہوتی ہے اور پھر محیر العقول اور سنسنی خیز واقعات کے جھرمٹ میں آگے بڑھتی ہوئی اپنے منطقی انجام کو پہنچتی ہے۔

یہ فریدی اور حمید کے ابتدائی دور کی کہانی ہے۔ جب انہیں موجودہ دور کی سہولتیں اور وسائل میسر نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ فریدی کی ذہانت اور اس کی بھرپور شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ وہ کس ہوشیاری اور نفسیاتی طریقے سے مجرم پر ہاتھ ڈالتا ہے اسے دیکھ کر آپ حیران رہ جائیں گے۔

تفریحی ادب میں ابن صفی کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ ان کی تحریروں میں قانون کی بالا دستی مجرموں کی بیخ کنی اور ہلکے پھلکے طنز و مزاح کی چاشنی آپ کو ہر جگہ ملے گی۔ یہ بات بلا کسی خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اردو میں ابن صفی سے زیادہ کوئی اور مصنف نہیں پڑھا گیا اور نہ ہی تعداد کے اعتبار سے ان کی تصانیف کے ہدف کو کوئی دوسرا عبور کر سکا ہے۔

اب ''خوفناک جنگل'' پڑھئے اور ابن صفی کے فن کو داد دیجئے۔

پبلشر

جنگل میں فائر

گرمیوں کی ایک تاریک رات تھی۔کوتوالی انچارج انسپکٹر سدھیر گھنٹوں کروٹیں بدلنے کے بعد بمشکل آدھا گھنٹہ سوئے ہوں گے کہ ایک سب انسپکٹر نے آ کر جگا دیا۔

''کیا ہے بھئی، کیا آفت آ گئی۔'' وہ جھلاتے ہوئے بولے۔

''کیا بتاؤں صاحب عجیب مصیبت میں جان ہے۔شاید پھر کوئی قتل ہو گیا ہے۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''شاید قتل ہو گیا ہے......؟ کیا مطلب......؟''

''ایک آدمی دھرم پور کے جنگلوں میں ایک لاش دیکھ کر اطلاع دینے آیا ہے۔''

''اس وقت دھرم پور کے جنگلوں میں اس آدمی کو کیا کام، میرے خیال سے دو بج رہے ہوں گے۔'' انسپکٹر سدھیر نے شب خوابی کا لبادہ اتارتے ہوئے کہا۔

''میں نے اس سے سوالات نہیں کئے۔سیدھا یہاں چلا آیا۔'' سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

دونوں تیز قدموں سے چلتے ہوئے دفتر پہنچے۔انسپکٹر سدھیر نے اطلاع لانے والے اجنبی کو گھور کر دیکھا۔وہ ایک خوش پوش نوجوان تھا۔اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ٹائی کی گرہ ڈھیلی ہو کر کالر کے نیچے لٹک آئی تھی۔بالوں پر جمی ہوئی گرد سے ظاہر ہو رہا تھا

کہ وہ بہت دور کا سفر کر کے آ رہا ہے۔اس کی سانس ابھی تک پھول رہی تھی۔

''کیوں صاحب...... کیا بات ہے؟'' سدھیر نے کڑے لہجے میں پوچھا۔

''میں ابھی ابھی...... دھرم پور کے جنگل میں ایک عورت کی لاش دیکھ کر آ رہا ہوں۔'' اس نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ اس وقت دھرم پور کے جنگل میں کیا کر رہے تھے۔'' سدھیر نے کہا۔

''میں دراصل جلال پور سے واپس آ رہا تھا۔''

''جلال پور سے......؟ جلال پور یہاں سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر ہے۔آپ کس سواری پر آ رہے تھے؟''

''موٹر سائیکل پر...... جب میں جوزف روڈ سے پیٹر روڈ کی طرف مڑنے لگا تو میں نے سڑک کے کنارے ایک عورت کی لاش دیکھی۔ اس کا بلاؤز خون سے تر تھا۔ اُف میرے خدا...... کتنا بھیانک منظر تھا...... میں زندگی بھر نہ بھلا سکوں گا۔''

''تو آپ جلال پور میں رہتے ہیں۔''

''جی نہیں...... میں یہیں اسی شہر میں رہتا ہوں۔ایک دوست سے ملنے جلال پور گیا تھا۔''

''تو اتنی رات گئے وہاں سے واپسی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔''

''جناب والا! میں یہ قتل خود کر کے آپ کو اطلاع دینے نہیں آیا۔'' اجنبی نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔

''میں نے ایک لاش دیکھی اور ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھا کہ پولیس کو اطلاع دے دوں۔''

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں......!'' سدھیر نے سنجیدگی سے کہا۔''میں بھی اپنا فرض ہی ادا کر رہا ہوں...... آپ کا کیا نام ہے؟''

''مجھے رندھیر سنگھ کہتے ہیں۔''

''آپ کیا کام کرتے ہیں؟''

''اُف میرے خدا! میں نے یہاں آ کر سخت غلطی کی۔'' اجنبی نے قدرے پریشانی کے لہجہ میں کہا۔ ''ارے صاحب میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔''

''چلنا تو پڑے گا ہی...... خیر اچھا آپ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں، پھر سہی...... داروغہ جی ذرا جلدی سے تین کانسٹیبلوں کو تیار کر لیجئے اور اس وقت ڈیوٹی پر جو ڈرائیور ہو اسے بھی بلوا لیجئے۔''

تھوڑی دیر بعد پولیس کی لاری پیٹر روڈ پر دھرم پور کی طرف جا رہی تھی۔ رات حد درجہ تاریک تھی۔ سناٹے میں لاری کی آواز ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے بے شمار خبیث ارواح ایک ساتھ مل کر چیخ رہی ہوں۔ لاری کے برقی لیمپوں کی روشنی دور تک سڑک پر پھیل رہی تھی۔ سڑک کے موڑ سے تقریباً دو فرلانگ ادھر ہی ایک بڑا سا درخت سڑک پر گرا ہوا نظر آیا۔

''ارے یہ کیا......؟'' اجنبی چونک کر بولا۔

لاری درخت کے پاس آ کر رک گئی۔

''میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی آدھ گھنٹہ قبل جب میں ادھر سے گزرا ہوں تو یہ درخت یہاں نہیں تھا۔'' اجنبی نے پریشان لہجے میں کہا۔

سب لوگ لاری سے اتر آئے۔

''آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ آپ کی بات پر کسے یقین آئے گا۔ ظاہر ہے آج آندھی بھی نہیں آئی۔ یہ بھی صاف ہے کہ درخت کاٹا گیا ہے اور آدھ گھنٹے میں اتنے موٹے تنے والے درخت کا کاٹ ڈالنا آسان کام نہیں۔''

''اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔'' اجنبی نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''خیر یہ بعد میں سوچا جائے گا۔'' کوتوالی انچارج تیز لہجے میں بولا۔ ''اب وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟''

''زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی فرلانگ......!'' اجنبی نے جواب دیا۔

لاری وہیں چھوڑ کر یہ پارٹی ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھی۔ تاریک سڑک پولیس والوں کے بھاری بھرکم جوتوں کی آواز سے گونج رہی تھی۔

''اُف میرے خدا......!'' اجنبی نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

''کیوں کیا بات ہے۔'' کوتوالی انچارج بولا۔

''کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔'' اجنبی نے بے چینی میں اپنی ناک رگڑتے ہوئے کہا۔

''اے مسٹر! تمہارا مطلب کیا ہے۔'' کوتوالی انچارج نے گرج کر کہا۔

''میں نے وہ لاش یہیں دیکھی تھی......مگر......مگر......!''

''مگر مگر کیا کر رہے ہو...... یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''یہی تو حیرت ہے۔''

''سرکار یہاں بھوت پریت بھی بکثرت رہتے ہیں۔'' ایک کانسٹیبل منمناتی ہوئی آواز میں بولا۔

''بکومت!'' کوتوالی انچارج چیخ کر بولا۔'' اسکا غصہ اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا۔''

''میں تو بڑی مشکل میں پھنس گیا۔'' اجنبی گلوگیر آواز میں بولا۔

''ابھی کہاں......اب پھنسیں گے آپ مشکل میں۔'' کوتوالی انچارج نے تلخ لہجے میں کہا۔'' خواہ مخواہ پریشان کیا، کیا تم نے رک کر قریب سے لاش دیکھی تھی۔''

''جی ہاں......اس کے سینے سے خون ابل رہا تھا۔''

''عجیب لاش تھی کہیں زمین پر خون کا دھبہ تک دکھائی نہیں دیتا۔'' کوتوالی انچارج نے جھک کر ٹارچ کی روشنی میں زمین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں قسم کھا کر......!''

''بس بس...... رہنے دو۔ خواہ مخواہ وقت برباد کرایا۔'' کوتوالی انچارج نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''میں کہتا ہوں سرکار بھوت......!''

''ٹھائیں......!'' اچانک فائر کی آواز نے سب کو بوکھلا دیا۔ کوتوالی انچارج کا ہاتھ پستول کے کیس ہی پر تھا کہ دوسرا فائر ہوا۔ پھر تیسرا...... چوتھا...... اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت سے آدمی بیک وقت بندوقیں چلا رہے ہوں۔ کوتوالی انچارج اور سب انسپکٹر نے اپنے پستول نکال کر درختوں کی آڑ لے لی۔ لیکن انہیں جلدی وہاں سے بھاگنا پڑا کیونکہ ان کے پیچھے سے بھی فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ دفعتاً ایک چیخ سنائی دی...... پھر دوسری اور ایک سپاہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔ پھر اٹھ کر بھاگا۔ یہ لوگ بدقت تمام لاری تک پہنچ گئے۔ جس وقت ڈرائیور لاری بیک کر رہا تھا قریب ہی سے دوبارہ فائر ہونے شروع ہو گئے۔

لاری تیز رفتاری سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔ فائر اب تک سنائی دے رہے تھے۔ ایک سپاہی کے بازو پر گولی لگی تھی۔ وہ سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔

''لیکن...... وہ...... وہ کہاں گیا۔'' سب انسپکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''جہنم میں......!'' کوتوالی انچارج نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''مجھ سے زیادہ احمق شاید روئے زمین پر نہ ملے۔ آخر میں اچھی طرح اطمینان کئے بغیر اس کے ساتھ چلا کیوں آیا۔ کم بخت کا پتہ بھی تو معلوم نہ ہو سکا۔ ہم لوگوں کی جان لینے کی ایک بہترین سازش تھی۔''

''مگر صاحب...... وہ کسی طرح بھی جھوٹا نہیں معلوم ہوتا تھا۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''بائیس سال سے اس محکمے میں جھک نہیں مارتا رہا داروغہ جی۔'' کوتوالی انچارج نے خشک لہجے میں کہا۔ ''ابھی آپ کا تجربہ ہی کتنا ہے۔ میں ایک میل سے مجرم کی بو سونگھ لیتا ہوں۔ وہ شروع ہی سے مشکوک تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا۔ مگر یہ کسی بہت بڑے اور منظم گروہ کا کام معلوم ہوتا ہے۔''

''ارے اس کا تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا۔'' سب انسپکٹر جلدی سے بولا۔ ''واللہ بال بال بچ گئے۔''

''البتہ بیچارہ کرن سنگھ بری طرح زخمی ہو گیا۔'' کوتوالی انچارج نے کہا۔ ''اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کو اپنی اس حماقت کا کیا جواب دوں گا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سب چپ ہوگئے۔ البتہ کرن سنگھ کی کراہیں اب تک جاری تھیں۔ غنیمت یہی تھا کہ گولی ہڈی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر بازو کے گوشت کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔

''کیوں نہ ہم لوگ پھر وہیں چلیں، اسطرح بھاگ نکلنا تو ٹھیک نہیں۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''پاگل ہوئے ہو۔'' انچارج بولا۔ ''ہمارے پاس دو پستولوں کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔ اُدھر نہ جانے کتنے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پندرہ بیس سے کم نہ ہوں گے۔''

''عجیب حماقت ہوئی۔'' سب انسپکٹر آہستہ سے بولا۔

سڑک پر جوتا

دوسرے دن صبح چھ بجے دھرم پورہ کا جنگل مسلح پولیس کے جوتوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ قرب و جوار کے دیہاتوں سے تقریباً تین سو آدمی شبہے میں گرفتار کئے گئے جن پر کوتوالی میں بے تحاشہ لاٹھیاں اور جوتے برس رہے تھے۔ ان میں سے کئی تو اتنی شدت سے پٹے تھے کہ انہیں غش آ گیا۔ لیکن نتیجہ صفر...... کوئی خاص سراغ نہ مل سکا۔ آخر چار پانچ گھنٹوں کی مسلسل جانفشانی کے بعد معاملہ محکمہ سراغ رسانی کے سپرد کردیا گیا۔

راج روپ نگر کیس کے شہرت یافتہ انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید کوتوالی پہنچ چکے تھے۔ واقعات کا علم انہیں پہلے ہی سے تھا لیکن انہوں نے کوتوالی انچارج وغیرہ کے بیانات دوبارہ سنے اور ایک چکر دھرم پور کے جنگلوں کا بھی لگا آئے۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد جب وہ کوتوالی واپس آئے تو کئی چہرے طنزیہ انداز میں ان پر مسکرا رہے تھے۔ فریدی تو اس قسم کے واقعات کو ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ سرجنٹ حمید نے ناک بھوں چڑھائی۔ اسے امید تھی کہ فریدی جلد ہی کوئی سراغ لگا کر اس خفت سے پیچھا چھڑائے گا۔ خود اس کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا۔

سوچتے سوچتے دفعتاً اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''انسپکٹر صاحب......!'' اس نے فریدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم لوگ بھی کتنے بدھو ہیں۔''

''کیا مطلب ہے۔'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''مطلب کیا؟ وہی مثل ہے...... بچہ بغل میں، ڈھنڈورا شہر میں۔ ارے لاحول ولا...... کہنے کا مطلب یہ کہ ملزم کا سراغ مل گیا۔'' حمید نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہیں مجھ پر شبہ ہے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''خیر وہ تو پرانی چیز ہے۔ میری پیٹھ ٹھوکئے...... کہئے تو بتاؤں۔''

''مجھے افسوس ہے کہ اس وقت ٹھوکنے کی کوئی چیز میرے ہاتھ میں نہیں خیر تم بتاؤ۔''

''موٹر سائیکل......ملزم نے اپنی موٹر سائیکل رات یہیں چھوڑی تھی نا۔'' حمید نے کہا۔

''بہت دیر میں پہنچے...... مجھے صبح ہی کو خیال آیا تھا لیکن اس کی موٹر سائیکل قطعی ایسی نہیں ہو سکتی جو اس کا پتہ نشان بتا دے۔ فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔''

''پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے۔'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں کوتوالی انچارج کے ہمراہ وہاں پہنچے جہاں رات ملزم نے اپنی موٹر سائیکل چھوڑی تھی۔ موٹر سائیکل ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔

''دیکھو...... میں نہ کہتا تھا۔'' فریدی نے کہا۔ ''نمبر کی پلیٹ نکال لی گئی ہے۔''

''لیکن کمپنی کا نمبر تو ضرور ہوگا۔'' حمید نے جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ بھی ریت دیا گیا ہے۔'' فریدی نے قہقہہ لگایا۔ حمید بھی کھسیانہ ہو کر ہنسنے لگا۔

''ہم لوگ نرے گھامڑ نہیں ہیں...... فریدی صاحب!'' کوتوالی انچارج نے ہنس کر کہا۔ ''پہلے ہی دیکھ کر اطمینان کر چکے ہیں۔''

''لیکن ٹھہرئیے......!'' فریدی نے زمین پر کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے ایک بات دیکھی ہوگی۔''

''کیا.....؟''

''یہی کہ کمپنی کا نمبر یہیں کوتوالی میں اسی جگہ آج ہی کسی وقت صاف کیا گیا ہے۔''

''جی.....!'' کوتوالی انچارج نے حیرت سے دیدے پھاڑتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں..... یہ دیکھئے۔ کیا آپ زمین پر لوہے کی ریت نہیں دیکھ رہے ہیں۔''

''افوہ..... بڑی غفلت ہوئی۔'' کوتوالی انچارج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''انہیں باریکیوں کے لئے تو ہم خاکساروں کو تکلیف دی جاتی ہے۔'' سرجنٹ حمید نے تن کر سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس سے کیا..... ملزم بہرحال ابھی تک پردہ راز ہی میں ہے۔'' کوتوالی انچارج نے جھنجھلا کر کہا۔

''جی نہیں بس یہ سمجھئے کہ اب وہ ہماری جیب میں رکھا ہوا ہے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''خیر دیکھا جائے گا۔ نہ گھوڑا دور نہ میدان۔'' کوتوالی انچارج نے جانے کے لئے مڑتے ہوئے کہا۔

سرجنٹ حمید فاکس ٹراٹ کی دھن میں سیٹی بجانے لگا۔

فریدی کا ذہن مختلف قسم کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھا۔ آخر کار وہ کوتوالی انچارج کو مخاطب کر کے بولا۔

''داروغہ جی..... اب یہ بات تو اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ملزم یا ملزموں کا نشانہ آپ ہی تھے۔''

''کیوں..... میں ہی تھا۔'' کوتوال چونک کر بولا۔

''آپ کے بیان کے مطابق رات پانچ سب انسپکٹر اور چالیس سپاہی ڈیوٹی پر تھے۔ ان میں سے آپ کسی کو بھی منتخب کر سکتے تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو مار ڈالنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور ظاہر ہے کہ دھرم پور کوتوالی ہی کے حلقے میں ہے اس لئے قتل وغیرہ کے سلسلے میں موقع واردات پر آپ ہی کا پہنچنا یقینی ہوسکتا ہے۔''

''اوہ..... اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا۔'' کوتوالی انچارج نے بے چینی سے کہا۔

''اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کا شبہ کس پر ہے۔''

''بھلا میں کیسے بتاؤں...... شہر کا ہر بدمعاش میرا دشمن ہو سکتا ہے۔'' کوتوالی انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''بہر حال آپ ہمیں کوئی مدد نہیں دے سکتے۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔

''حمید صاحب میں آپ سے استدعا کروں گا......!''

''حمید تم چپ رہو۔'' انسپکٹر فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''ہاں داروغہ جی کیا پیٹر روڈ کے چوراہے کے قریب کوئی بستی بھی ہے؟''

''ہاں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، پچھمن پور لیکن اسکا فاصلہ وہاں سے تقریباً چار فرلانگ ہوگا۔''

''میرا خیال ہے کہ میں اس وقت وہاں جا کر تفتیش کروں۔'' انسپکٹر فریدی نے کہا۔

''لیکن آپ کو وہاں اس وقت صرف عورتیں اور بچے ملیں گے۔ وہاں کے سارے مرد تو یہیں حوالات میں ہیں۔''

''تب تو اور بھی اچھا ہے۔'' حمید نے اپنا نچلا ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔ فریدی نے اسے پھر گھور کر دیکھا اور وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ لیکن یہ سنجیدگی اتنی مضحکہ خیز تھی کہ جھلایا ہوا کوتوالی انچارج بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ حمید کی بے وقت کی ظریفانہ حرکتیں فریدی کو اکثر بُری کھل جاتی تھیں۔ اس کی اسی عادت کی بناء پر فریدی عموماً کہا کرتا تھا کہ وہ زندگی بھر ایک اچھا جاسوس نہیں بن سکتا۔

فریدی کو اس کی اس وقت کی بے تکی باتوں پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ لیکن چند لمحوں کے بعد اس کا ذہن پھر اصل مقصد کی طرف آ گیا۔

پچھمن پور کی طرف روانہ ہوتے وقت فریدی نے اس سب انسپکٹر کو بھی ساتھ لے لیا جو رات والے حادثے میں کوتوالی انچارج کے ساتھ تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ انسپکٹر فریدی کی کار سڑک چھوڑ کر کچے راستے پر چلی جا رہی تھی۔

''انسپکٹر فریدی صاحب! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ سب انسپکٹر بولا۔ ''خود آپ

بھی ہوتے تو اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے بیان کی صداقت میں شبہ نہ کرتے۔"

"یہ سب کچھ درست ہے۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں اس کا صحیح پتہ نشان دریافت کئے بغیر ہرگز اس کے ساتھ نہ جاتا۔ حیرت تو اس بات پہ ہے کہ سدھیر صاحب نے روانگی لکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔"

"نہیں صاحب...... روانگی تو لکھی گئی تھی۔" سب انسپکٹر نے جلدی سے کہا۔

"داروغہ جی میں کوئی بچہ تو ہوں نہیں۔ کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ روانگی حادثے کے بعد لکھی گئی ہے۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"خیر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ ہی نہیں ...... آپ کا محکمہ یوں بھی ہم لوگوں کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا۔ لیکن یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ روانگی حادثے کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ روزنامچے میں اس نمبر کا کوئی کمرہ ہے ہی نہیں اور سرتاج ہوٹل کا ایک ایک چپہ پولیس کا دیکھا ہوا ہے اس جیسے بدنام ہوٹل کا نقشہ تو میرے خیال سے معمولی سے معمولی کانسٹیبل کے ذہن میں بھی ہوگا کیونکہ پولیس متعدد بار اس پر چھاپہ مار چکی ہے۔

" اصل واقعہ مجھ سے سنئے۔ آپ لوگ بغیر پوچھ گچھ کئے ملزم کے ساتھ چل پڑے تھے۔ بعد میں سدھیر صاحب کو اس غلطی کا احساس ہوا۔ واپسی پر جب وہ روانگی لکھنے بیٹھے تو گھبراہٹ میں اس کمرے کا نمبر لکھ گئے۔ میں نے کیس ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے روانگی ہی دیکھی تھی۔ اس وقت سدھیر صاحب بھی موجود تھے۔ غالباً اسی وقت انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کے بعد ابھی تھوڑی دیر قبل ملزم کے حلیہ کے لئے مجھے دوبارہ روانگی دیکھنی پڑی۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ کمرے کا پہلا نمبر بلیڈ سے کھرچ کر اس کی جگہ دوسرا نمبر لکھ دیا گیا تھا۔ جس کی سیاہی کاغذ کھردرا ہو جانے کی وجہ سے پھیل گئی تھی۔" فریدی خاموش ہو گیا اور سرجنٹ حمید ہنسنے لگا۔

"صاحب یہ بات میری سمجھ میں تو آئی نہیں۔ واقعی آپ لوگ ہم لوگوں کے بارے میں بہت بُرے خیالات رکھتے ہیں۔" سب انسپکٹر نے جھینپ مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ہم لوگ آپ لوگوں کے بارے میں بُرے خیالات رکھنے پر مجبور ہیں۔ آخر کوئی حد بھی ہے۔ کوتوالی میں رکھی ہوئی موٹر سائیکل کا نمبر کوئی ریت کر چلا جائے اور آپ لوگوں کو خبر بھی نہ ہو۔''

''واقعی یہ چیز ضرور حیرت انگیز ہے۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''اور اسی بناء پر میرا خیال ہے کہ کوتوالی کا کوئی فرد سدھیر صاحب کی جان کا دشمن ہے یا پھر ان کے دشمنوں سے ملا ہے۔ کوئی باہر کا آدمی اتنی ہمت نہیں کر سکتا۔'' فریدی نے کہا۔ ''آپ کا خیال درست ہے لیکن وہ کون ہو سکتا ہے۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

کار کچھمن پور میں داخل ہو رہی تھی۔ وہاں تقریباً دو گھنٹے تک چھان بین کرنے کے بعد بھی کوئی سراغ نہ مل سکا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔ لیکن یہ ان کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ وہاں آئے دن شکاریوں کی بندوقیں چلا ہی کرتی تھیں۔

واپسی میں سب انسپکٹر نے فریدی سے کہا۔

''انسپکٹر صاحب کیا بتاؤں...... واقعی ہم لوگوں نے سخت غلطی کی کہ ملزم کا پتہ معلوم کئے بغیر اس کے ساتھ چلے گئے اور یہ بھی صحیح ہے کہ روانگی حادثے سے بعد لکھی گئی تھی۔''

''لیکن مجھے امید ہے کہ آپ لوگ یہ بات اپنے ہی تک رکھیں گے۔''

''مگر یہ کیسے ممکن ہے۔'' حمید جلدی سے بولا۔

فریدی خاموش تھا۔ اس کی نگاہیں باہر اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگار بجھ چکا تھا۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ کے باوجود بھی کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اس کی تفتیش کا ایک دن اس طرح ضائع ہو رہا تھا۔

''اگر میں نے اس کی کوئی خاص ضرورت نہ سمجھی تو اسے راز ہی رکھوں گا۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور سگار سلگانے لگ گیا۔

''شکریہ......!'' سب انسپکٹر نے اطمینان کا سانس لیا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔

کار کی برقی روشنی تاریکی کا سینہ چیرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ یکلخت سڑک کے بائیں کنارے کی جھاڑیوں سے تین چار گیدڑ نکل کر سڑک پار کرتے ہوئے دائیں کنارے کی جھاڑیوں میں گھس گئے۔ انہیں سے ایک کے منہ میں دبی ہوئی کوئی چیز سڑک پر گر پڑی۔ کار تیزی میں اسے روندتی ہوئی آگے نکلی جارہی تھی کہ دفعتاً فریدی چیخا۔ ''حمید...... روکو...... روکو۔''

کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

''کیا بات ہے۔'' انسپکٹر حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

''آیئے...... آیئے حمید ذرا مجھے ٹارچ دینا۔'' فریدی نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

ٹارچ کی روشنی سڑک پر پڑے ہوئے جوتے کے گرد دائرہ بنارہی تھی۔

فریدی نے جوتے کو اٹھا کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔

''جوتا تو نیا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ یہاں کیسے آیا۔'' حمید نے کہا۔

''یہ انہیں گیدڑوں میں سے ایک کے منہ میں دبا ہوا تھا۔'' فریدی جوتے پر نظریں جمائے آہستہ سے بولا۔ اس کے ذہن میں خیالات کا تار سا بندھ کر رہ گیا تھا۔ اس تھوڑے سے وقفے میں یکے بعد دیگرے نہ جانے کتنے خیالات آئے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں جھاڑیوں سے الجھتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ حمید اور سب انسپکٹر بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ انہیں اس کے اس رویہ پر سخت حیرت تھی، لیکن وہ خاموش تھے۔

دفعتاً فریدی رک گیا۔ جھاڑیاں ہٹا کر وہ دوسری طرف کچھ دیکھ رہا تھا۔ سب انسپکٹر اور حمید بھی رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد فریدی مڑ کر بولا۔ ''داروغہ جی آپ بھوتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔'' سب انسپکٹر نے کہا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔

"مطلب یہ کہ اگر آپ اس وقت اس جنگل میں کسی جگہ ایک آدمی کی ٹانگ زمین کے اندر سے نکلی ہوئی دیکھ لیں تو آپ کا کیا حال ہو۔"

"غالباً روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔" حمید ہنس کر بولا۔

"اچھا تو پہلے تم ہی آؤ......!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید آگے بڑھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اسے پیچھے دھکیل دیا ہو۔ وہ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"صص......ضرور......بھھو......ت......!" حمید ہکلانے لگا۔

"بس رخصت ہوگئی ساری شرارت......!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "آیئے داروغہ جی آپ بھی دیکھئے۔"

"جی...... جی...... میں......!" داروغہ جی حمید کی حالت دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکے۔

"بھئی کمال کر دیا آپ لوگوں نے۔ آیئے میرے ساتھ۔" فریدی کہتا ہوا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ حمید اور سب انسپکٹر کو بھی طوعاً وکرہاً ساتھ دینا ہی پڑا۔ ایک جگہ تھوڑی کھدی ہوئی زمین سے ایک انسانی پیر باہر نکلا ہوا تھا۔ پتلون کا پائینچا کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور ننگے پاؤں میں لمبی لمبی خراشیں تھیں۔

"کیا سمجھے۔" فریدی اپنے دونوں خوفزدہ ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

دونوں خاموشی سے اس کا منہ تکتے رہے۔

"یہ جوتا اسی پیر کا ہے۔ گیدڑوں نے یہاں کی زمین کھودی ہے۔ وہ لاش کی ایک ٹانگ نکال پائے تھے کہ موٹر کے شور کی وجہ سے انہیں بھاگنا پڑا۔ غالباً وہ اس کی ٹانگ کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی جدوجہد میں اس کا جوتا اتر گیا اور ایک گیدڑ لے بھاگا۔"

"ارے بھئی...... یوں کھڑے میری صورت کیوں دیکھ رہے ہو۔"

"جو بتایئے وہ کیا جائے۔" سب انسپکٹر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"آؤ مٹی ہٹا کر اسے نکالیں۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔"حمید تم ٹارچ دکھاؤ۔"

فریدی اور سب انسپکٹر نے مٹی ہٹانی شروع کی۔ ایک گھنٹے کی محنت کے بعد وہ لاش کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

"ارے......!" سب انسپکٹر چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا بات ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"یہ وہی ہے، خدا کی قسم وہی ہے۔" سب انسپکٹر بے اختیار چیخ اٹھا۔"وہی جو ہمیں کل رات یہاں لایا تھا۔"

"بہر حال......!" فریدی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔"بعض اوقات میرے ہوائی قلعے بھی سچے ہو جاتے ہیں۔ مجھے شروع ہی سے اس کی اُمید تھی۔"

"بڑا عجیب واقعہ ہے۔میری تو عقل چکر کھا رہی ہے۔" سب انسپکٹر پریشانی کے لہجے میں بولا۔تقریباً آدھ گھنٹے تک تینوں مختلف زاویوں سے لاش کے متعلق اظہار خیال کرتے رہے۔

"خیر اب یہاں اس طرح کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔آیئے اسے اٹھا کر کار تک لے چلیں۔" فریدی نے سگار ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

پُراسرار ضلع دار

اس نئے انکشاف پر دوسرے دن سارے شہر میں ہلچل مچ گئی۔اب معاملہ حد درجہ پیچیدہ ہو گیا تھا۔وہ شخص جسے لوگ مجرم سمجھ رہے تھے خود کسی کا شکار ثابت ہوا۔لاش ابھی تک کوتوالی ہی میں تھی۔فریدی اور چند دوسرے جاسوس لاش کا معائنہ کر رہے تھے۔مقتول ایک قبول صورت اور نوعمر آدمی تھا۔لباس کی عمدگی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی متمول آدمی ہے۔لیکن اس کے پاس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔موٹر سائیکل کا لائسنس

نمبر اور کمپنی کا نمبر...... دونوں پہلے ہی غائب ہو چکے تھے۔ فریدی سخت الجھن میں پڑ گیا تھا۔

''کیوں بھئی حمید کیا خیال ہے۔'' فریدی نے سرجنٹ حمید سے کہا۔

''ابھی تک تو خیال کا خیال بھی ندارد ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''لیکن یہ آپ کس طرح سمجھے کہ یہ آدمی مجرموں کا ساتھی نہیں تھا۔''

''تمہارے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا ذہن کسی خاص لائن پر کام کر رہا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''کیا یہ ممکن نہیں کہ کوتوالی انچارج کے بچ نکلنے پر مجرموں نے اپنے ساتھی کو اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا ہو کہ کہیں وہ پولیس کے ہتھے چڑھ کر سارا راز بتا نہ دے۔'' سرجنٹ حمید نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔'' فریدی بولا۔ ''اندھیرے میں سہواً بھی گولی لگ جانے کا امکان ہے۔ ہاں یہ بھی درست ہوسکتا ہے لیکن یہ کیونکر مان لیا جائے کہ مجرموں کا ساتھی ہی تھا۔ محض اس لئے کہ ایسی صورت میں اسے دفن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر انہیں اس بات کا اندیشہ ہوتا تو وہ اس کی وجہ سے پہچان لئے جائیں گے تو وہ اسے کبھی کوتوالی نہ بھیجتے اور اگر انہیں اس کا خدشہ نہیں تھا تو پھر لاش کے دفن کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکتی۔ دیکھو ایک لاش کا دفن کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے تمام انتظامات مکمل ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے کم از کم ایک گھنٹہ چاہئے۔ اگر وہ ان کا ساتھی تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود بھی اپنی جان دینا چاہتے تھے۔ یا بالکل ہی احمق تھے کیونکہ انہیں اس کا بھی خیال نہ آیا کہ اتنی دیر میں اگر پولیس والے کسی قریب کے گاؤں میں سے کچھ آدمی لے کر واپس آگئے تو کیا ہوگا۔ اس کی لاش دفن کر دینا ان کے لئے یقیناً بچاؤ کی صورت رکھتا تھا۔ جبھی انہوں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ جیسا کہ تمہارا خیال ہے کہ یہ حرکت کسی منظم گروہ کی ہے۔ تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ایسا گروہ اپنے کسی پرانے یا آسانی سے پہچان لئے جانے والے آدمی کو ایسے کاموں کیلئے نہیں منتخب کرتا۔ اس کیلئے وہ ہمیشہ کسی نئے آدمی کو پھانستا ہے تاکہ اگر وہ پکڑ لیا جائے تو کسی قسم کا کوئی راز ظاہر نہ ہوسکے۔''

’’چلئے میں نے مان لیا۔‘‘ حمید نے کہا۔ ’’لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجرموں کو خاص طور سے اسی آدمی کو قتل کرنا تھا تو آخر اس قدر ہنگامہ برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے پولیس کو باقاعدہ چیلنج کر کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ اس طرح انہوں نے باقاعدہ اپنے گلے ایک مصیبت ڈال لی۔ اگر اسے مارنا ہی مقصود تھا تو یوں ہی مار کر دفن کر دیتے۔‘‘

’’تمہاری ذہانت کا میں عرصہ سے قائل ہوں۔‘‘ فریدی مسکرا کر بولا۔ ’’کیا یہ ممکن نہیں کہ اس طرح انہوں نے پولیس کو غلط راستے پر لگانے کی کوشش کی ہو۔ فرض کرو کہ میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے تمہیں قتل کر کے دفن کر بھی دیا تمہاری گمشدگی یقیناً کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو تمہارے متعلق سوچنے پر مجبور کر دے گی اور میرے قتل کر دینے کی وجہ اگر ایسی ہے جسے کچھ لوگ جانتے ہیں تو یہ قتل میرے لئے یقیناً بڑی مصیبت کا باعث ہو جائے گا۔ لیکن اگر مجھ میں ذرا سی بھی ذہانت ہے تو میں تمہیں چھپا کر قتل کرنے کی بجائے کھلم کھلا قتل کر دوں گا۔ اب اس کا طریقہ سنو۔ فرض کرو تم دو بجے رات کو دھرم پور کے جنگلوں سے گزر رہے ہو اور مجھے مردہ سمجھ کر یقیناً پولیس کو اس کی اطلاع دینے جاؤ گے اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہاری قبر بھی میں پہلے ہی تیار کر رکھوں گا۔ جیسے ہی تم پولیس کو ساتھ لے کر آؤ گے تم لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے گی اور دوسروں کو بچاتے ہوئے صرف تم نشانہ بنا لئے جاؤ گے۔ گولیوں کی اندھا دھند بوچھاڑ سے گھبرا کر دوسرے لوگ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد میں تمہاری لاش پہلے سے کھدے ہوئے گڑھے میں دفن کر دوں گا۔ واپسی میں جب پولیس والے تمہیں ساتھ نہ پائیں گے تو تمہارے متعلق ان کا شبہ یقین میں تبدیل ہو جائے گا اور وہ تمہیں مجرم سمجھ کر تمہاری تلاش شروع کر دیں گے۔ اس طرح ایک طرف تو میں تمہیں قتل بھی کر دوں گا اور تمہیں ہی مجرم بھی بنوا دوں گا اور خود مطمئن ہو کر مزے کروں گا۔ کیا سمجھے......! اور پھر اگر میں زیادہ ذہین ہوا تو پولیس کے شبہے کو مزید تقویت دینے کے لئے تمہاری موٹر سائیکل کے نمبر بھی غائب کر دوں گا۔ وہ بھی بیچ کوتوالی سے...... لیکن افسوس صد افسوس کہ میں ان کم بخت گیدڑوں کا کچھ نہ بگاڑ

سکوں گا اور آخر کار انہی کی بدولت میری گرفتاری بھی عمل میں آجائے گی۔"

"مگر صاحب! نہ جانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے کہ یہ شخص مجرموں کا ساتھی ہے۔" حمید نے کہا۔

"بھئی یہ ہے جاسوسی کا معاملہ...... عشق کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ دل کے فرمان پر عمل کیا جائے۔ یہاں تو صرف دماغ کی باتیں تسلیم کی جاتی ہیں۔" فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو سلگاتے ہوئے کہا۔

"خیر چلئے! اگر میں اسے مان بھی لوں گا تو درخت والا معاملہ سمجھ میں نہیں آتا۔ آدھے گھنٹے میں اتنے تناور درخت کو کاٹ گرانا قطعی ناممکن ہے۔"

"تو میں کب کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ درخت کے کاٹنے کا کام صبح ہی سے شروع کر دیا گیا ہو اور اس کا اتنا حصہ کاٹ کر چھوڑ دیا گیا ہو کہ بقیہ حصہ تھوڑی دیر کی محنت سے کاٹ کر درخت گرایا جاسکے۔ تم نے شاید غور نہیں کیا...... اسی لائن کے کئی اور درخت بھی کاٹے گئے ہیں۔ غالباً یہ کام ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ حالانکہ مجھے اس میں شبہ ہے۔ بظاہر ڈسٹرکٹ بورڈ کے علاوہ کوئی اور ان درختوں کو قانوناً کٹوا بھی نہیں سکتا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی سرکاری ادارہ اپنی ذمہ داری پر اتنے بڑے درخت کو ایسی خطرناک حالت میں چھوڑ جائے جو آدھے گھنٹے کی محنت سے گرایا جاسکے۔ کیونکہ اتنا بھاری بھرکم درخت ایسی حالت میں تیز ہوا کا ایک جھونکا بھی نہیں برداشت کرسکتا۔"

"واقعی مانتا ہوں۔" حمید نے حیرت سے فریدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "واللہ آپ کو تو اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ہونا چاہئے تھا۔ یہ تو میں کہوں گا کہ ماہروں کی کوئی قدر نہیں۔ اب اسی کو دیکھ لیجئے کہ آپ آج تک چیف انسپکٹر نہ ہوسکے۔"

"تو میں چیف انسپکٹر ہونا کب چاہتا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "چیف انسپکٹر ہونے کے بعد میری حیثیت ایک کلرک کی سی ہوجائے گی اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں اس لائن میں پیسہ پیدا کرنے نہیں آیا اور نہ مجھے عہدوں ہی کا لالچ ہے۔ میرے پاس اتنا سرمایہ موجود ہے کہ

بیکار رہ کر بھی فارغ البالی کی زندگی بسر کرسکتا ہوں۔ اگر ہندوستان میں پرائیویٹ جاسوسوں کے لئے قانوناً کوئی جگہ ہوتی تو مجھے اتنی دردسری مول لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں اسی حیثیت سے اپنی کھوجی طبیعت کو تسکین دے لیتا۔"

"آپ کہیں گے میں چاپلوسی کر رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "لیکن میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ بعض اوقات تو میں یہ سوچنے لگتا ہوں کہ شاید آپ لوہے کے بنے ہیں۔"

"اور بہت سے لوگ مجھے لوہے کا چنا بھی سمجھتے ہیں۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"لیکن یہ آج تک میری سمجھ میں نہ آیا کہ آخر آپ عورتوں سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔ شادی کیوں نہیں کرتے......؟"

"پھر وہی عورت......!" فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ "آخر تمہارے سر پر عورت کیوں سوار ہے۔ کہیں سے بات شروع ہو، آپ کی تان ہمیشہ عورت ہی پر ٹوٹتی ہے۔ یہ کیا حماقت ہے۔"

"آپ اسے حماقت کہتے ہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا بکومت......ابھی بہت کام کرنا ہے۔ چلو ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر چلیں۔"

ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ان دونوں کی آمد سے بھونچال سا آ گیا۔ معمولی سے چپراسی سے لے کر چیئر مین تک خود کو چور محسوس کرنے لگے۔ لوکل سیلفگورنمنٹ کے کسی بھی شعبے کے دفتر میں کسی جاسوس کی غیر متوقع آمد وہاں کے کارکنوں کے لئے بڑی معنی خیز ہوتی ہے۔ ان کے سارے گزشتہ جرائم اور دھاندلی بازیاں ان کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتی ہیں اور ہر شخص غیر شعوری طور پر ہتھکڑیوں کے جوڑے کا انتظام کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہاں فریدی کے کام کی نوعیت ہی کچھ اور تھی۔ دفتر کے عملے کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ان مزدوروں سے ملنا چاہتا ہے جو دھرم پور کے جنگلوں میں درخت کاٹ رہے تھے تو انکی جان میں جان آئی۔ دھرم پور کے جنگلوں کا قصہ کافی مشہور ہو چکا تھا۔ اسلئے وہ یہی سمجھے کہ یہ لوگ ضمنی تفتیش کے سلسلے میں آئے ہیں۔

وہاں کے مزدوروں میں سے صرف دو اس وقت موجود تھے۔ فریدی انہیں الگ لے گیا

''تم لوگوں نے ایک خطرناک غلطی کی ہے۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

دونوں کے چہرے فق ہوگئے اور وہ ایک دوسرے کیطرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

''تم نے وہ درخت سڑک کی طرف کیوں گرایا تھا......؟''

''صاحب! سڑک کیطرف تو ہم لوگوں نے کوئی درخت نہیں گرایا۔'' انمیں سے ایک بولا۔

''یاد کرو وہ پیپل کا درخت جو چوراہے سے کچھ دور ہٹ کر تھا۔''

''نہیں صاحب! ہم ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔''

''خیر اگر تم نے گرایا نہیں تھا تو اسے ایسی حالت میں چھوڑ دیا تھا کہ درخت تیز ہوا چلنے پر خود بخود گر جائے۔''

''نہیں تو......مگر صاحب۔''

''صاف صاف بتاؤ۔'' فریدی تیز لہجہ میں بولا۔

''مجھ سے سنئے صاحب......!'' دوسرا بولا۔ ''اب تو غلطی ہو ہی گئی ہے۔ جو کچھ بھی پڑے گی بھگتنی ہی ہوگی۔''

''ہاں ہاں ڈرو نہیں......ہمیں غریبوں کا خاص طور پر خیال رہتا ہے۔ مگر سچائی شرط ہے۔'' فریدی اس کا شانہ تھپکتے ہوئے بولا۔

''خدا آپ کو خوش رکھے......ہم لوگ بالکل بے قصور ہیں۔ ہماری غلطی بس......!''

''ہاں ہاں کہو۔''

''صاحب ہوا یہ کہ ہم چار آدمی اس درخت کو کاٹ رہے تھے۔ شام ہوگئی تھی اور درخت اتنا کٹ گیا تھا کہ اس کی ڈالوں سے رسی پھنسا کر اسے آسانی سے دوسری طرف گرایا جاسکتا تھا۔ ہم لوگ ستانے لگ گئے تھے اور ارادہ تھا کہ اب اسے دوسری طرف گرادیں کہ اچانک کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔ ہم لوگ چونک پڑے۔ ایک آدمی ہمیں اپنی طرف دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ''ہائے مار ڈالا...... ہائے لوٹ لیا۔'' کہتا ہوا ہمارے قریب گر پڑا۔ ہم لوگوں کے پوچھنے پر

اس نے بتایا کہ وہ کوٹ آف وارڈ کا ضلع دار ہے۔ گاؤں سے روپیہ وصول کر کے لا رہا تھا کہ اچانک دو آدمیوں نے اسے مار پیٹ کر روپیہ چھین لیا۔ اس کے بیان کے مطابق حادثہ قریب ہی اسی وقت ہوا تھا۔ اس لئے ہم چاروں غل مچاتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے راستے پر دوڑنے لگے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ ایک جگہ وہ رک گیا اور ایک جھاڑی سے ایک تھیلی اٹھا کر ہمیں دکھائی اور کہا کہ اسی تھیلی میں روپے ہیں۔ شاید گھبراہٹ میں یہ ان بدمعاشوں کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے وہ تھیلی زمین پر الٹ دی اور بیٹھ کر روپے گننے لگا۔ واقعی اس تھیلی میں سینکڑوں روپے تھے۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ ہم اس کے ساتھ شہر چلیں کیونکہ وہ پولیس میں رپورٹ کرنا چاہتا ہے اور اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں راہ میں وہ بدمعاش پھر نہ مل جائیں۔ ہم لوگوں نے انکار کیا لیکن اس نے ہمیں سو روپے دینے کا وعدہ کر کے راضی کر لیا۔ ہم لوٹ آئے اور کلہاڑے وغیرہ سنبھال کر شہر کی طرف چل پڑے۔ سو روپوں کے لالچ نے ہمیں یہ بھی نہ سوچنے دیا کہ درخت کو خطرناک حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ شہر پہنچ کر اس نے کہا کہ اب پولیس میں رپورٹ کرنا بیکار ہی ہے۔ کیونکہ روپے تو مل گئے ہیں پھر وہ ہمیں ایک شراب خانے میں لے گیا۔ ہم لوگ کبھی کبھی دیسی شراب پی لیتے ہیں وہاں انگریزی شراب دیکھ کر ہمارے منہ میں پانی بھر آیا۔ ہم میں ایک ایسا بھی تھا جو شراب نہیں پیتا تھا، لیکن اور دوسری کھانے پینے کی عمدہ چیزیں دیکھ کر وہ بھی پینے پر راضی ہو گیا۔ ہمیں کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ ہم نے کتنی پی۔ بہر حال جب ہمیں ہوش آیا تو ہم نے خود کو ایک ویران قبرستان میں پایا۔ غالباً اس وقت رات کے تین بج رہے ہوں گے۔ یہ ہے سرکار ہماری رام کہانی۔ اب آپ جو سزا چاہیں دیں۔"

"بہرحال......!" فریدی لمبی سانس لیکر بولا۔ "میں کوشش تو کروں گا کہ تم لوگوں پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اچھا یہ تو بتایئے کہ تم نے اس ضلع دار کو اس سے پہلے بھی کبھی دیکھا تھا۔"

"جی نہیں...... ہم نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اگر تم اسے دیکھو تو پہچان لو گے۔"

"اچھی طرح سرکار...... اچھی طرح۔" دونوں بیک وقت بولے۔

''اچھا اس کا حلیہ تو بتاؤ۔''

''حلیہ کیا بتاؤں سرکار...... اچھا خاصا لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ بڑی بڑی چڑھی ہوئی سیاہ مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر نیلا چشمہ لگائے تھا۔ رنگ گورا تھا۔ انگریزی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ بات بات پر بچوں کی طرح ٹھٹھا مار کر ہنستا تھا۔ مگر صاحب اس کے دانت بڑے چمکیلے تھے۔ مجھے اس کے دانت بالکل بھیڑیئے کے دانتوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ ہنس مکھ آدمی ضرور تھا لیکن ان دانتوں کی وجہ سے اس کی ہنسی بھی بڑی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔''

''تم اسے دیکھ کر پہچان لو گے۔''

''برابر سرکار......!''

''اچھا دیکھو...... ابھی تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا ورنہ پھر میں تمہیں نہ بچا سکوں گا۔ اپنے ان دونوں ساتھیوں کو سمجھا دینا کہ اس کے متعلق کسی سے کوئی بات نہ کریں۔''

''مجال ہے سرکار کہ آپ کے حکم کے خلاف ہو جائے۔ ہم لوگ بالکل چپ رہیں گے۔''

اس کے بعد فریدی اور حمید وہاں سے روانہ ہو گئے۔

''کہو بھئی اب کیا خیال ہے۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''بھلا آپ سے غلطی ہو سکتی ہے۔'' حمید بولا۔ ''لیکن اب کیا کرنا چاہئے۔''

''بس دیکھتے رہو...... اب چٹکی بجاتے مجرم ہماری گرفت میں ہوں گے۔'' فریدی نے سگار کیس سے سگار نکالتے ہوئے کہا۔

''مگر یہ عورت کی لاش والا معاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا......!'' حمید نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''یہ کوئی مشکل کام نہیں...... ایک عورت کی لاش تم نہایت آسانی سے تیار کر سکتے ہو۔ وہ لاش یقیناً نقلی ہو گی۔''

''موٹر سائیکل کے نمبر والا معاملہ بھی عجیب ہے۔ خیر لائسنس کا نکال لینا تو مشکل کام نہیں۔

کمپنی کا نمبر ریتنے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے اور حیرت تو اس پر ہے کہ کسی نے ریتی چلنے کی آواز بھی نہ سنی۔"

فریدی کچھ سوچتے سوچتے چونک پڑا۔

"حمید! میں دراصل اسی لئے تمہیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، تمہارے اس سوال نے اچانک یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ لو سنو کیا تمہیں یاد نہیں کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کی کار بگڑ گئی تھی اور ڈرائیور بار بار انجن اسٹارٹ کر رہا تھا۔ اس انجن کے شور میں بھلا ریتی کی آواز کیسے سنی جا سکتی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد کار بن سکی تھی۔ اب میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ موٹر سائیکل کا نمبر اسی دوران میں ریتا گیا تھا لیکن ریتنے والا کون ہو سکتا ہے۔ کسی باہری آدمی کی ہمت نہیں پڑ سکتی۔"

"تو پھر آپ کا شک کس پر ہے۔"

"ابھی فی الحال یہ بتانا ذرا مشکل ہے۔" فریدی نے سگار منہ سے نکالتے ہوئے کہا۔ "کیوں نہ ہم لوگ دھرم پور کے جنگل کا ایک چکر اور لگا آئیں۔ مجھ سے ایک زبردست غلطی ہوئی ہے۔ مجھے اس گڑھے کا جس سے لاش برآمد ہوئی تھی بغور جائزہ لینا چاہئے تھا۔ بہت ممکن تھا کہ کوئی کام کی بات معلوم ہو جاتی۔"

شرابی گیدڑ

لاش برآمد ہونے کے بعد ہی سے دھرم پور کے جنگل میں مسلح پولیس کے ایک دستے نے اپنے خیمے گاڑ دیئے تھے جس وقت انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید وہاں پہنچے تو انہوں نے انہیں جنگل میں گشت کرتے ہوئے پایا۔ ایک نے انہیں ٹوکا بھی لیکن دوسرا شاید ان دونوں کو پہچانتا تھا اس نے انہیں سلام کیا۔

"کیوں بھئی کوئی خاص بات......!" فریدی نے پوچھا۔

''نہیں حضور ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔'' کانسٹیبل نے جواب دیا۔

''اس گڑھے کی طرف کوئی دکھائی تو نہیں دیا تھا......؟''

''گڑھا ملا ہی نہیں۔'' کانسٹیبل نے گھبرا کر کہا۔

''کیا مطلب......؟'' فریدی نے اسے کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں کیا ہدایت دی گئی تھی۔''

''حضور! ہم سے ایک گڑھے کے بارے میں کہا ضرور گیا تھا لیکن یہاں پہنچنے پر ہمیں کوئی گڑھا نہیں دکھائی دیا۔''

فریدی اور حمید تیزی سے جھاڑیوں کی طرف بڑھے۔ واقعی وہاں گڑھے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کسی نے گڑھے کو پاٹ کر زمین برابر کر دی تھی۔

''لیجئے...... یہ دوسری رہی۔'' فریدی ہاتھ ملتے ہوئے مضطربانہ انداز میں بولا۔ پھر وہ دونوں کانسٹیبلوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''ذرا اپنے انچارج کو تو بلاؤ۔'' دونوں چلے گئے۔

''مجرم حماقت پر حماقت کرتے چلے جا رہے ہیں۔'' حمید نے کہا۔ ''بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔''

''جی نہیں...... وہ ہماری حماقتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کل رات ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک یہاں موجود رہنا چاہئے تھا جب تک کہ مسلح پولیس یہاں نہ پہنچ جاتی۔'' فریدی نے کہا۔ ''جانتے ہو کہ گڑھا پاٹ دینے کا کیا مطلب ہے؟''

حمید نے سر ہلایا۔

''مجرم کسی ایسے نشان کو مٹا گئے جس سے سراغ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔''

''تب تو بہت بُرا ہوا۔'' حمید نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد پولیس کا انچارج آ گیا۔

''کیوں صاحب! آپ کو کیا ہدایت دی گئی تھی۔'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''جناب والا ہم رات سے اس گڑھے کو تلاش کر رہے ہیں۔''

''چیز ہی ایسی ہے کہ دھوکا کھانے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔'' فریدی نے حمید کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ''سرسری طور پر دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یہاں کوئی گڑھا تھا ہی نہیں۔ اس جگہ سوکھی گھاس اس خوش اسلوبی سے بچھائی گئی ہے کہ اچھے اچھے دھوکا کھا جائیں۔''

''اس گھاس کو پھیلاتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ اس طرح ان کی انگلیوں کے نشانات قطعی محفوظ ہو جائیں گے۔'' حمید نے کہا۔

''حمید صاحب اتنی جلدی خوش فہمیوں میں مبتلا نہ ہوں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''اس مرتبہ بہت ہی چالاک آدمیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ارے میاں ایسے موقعوں پر بڑا سے بڑا مجرم بھی دستانے استعمال کرتا ہے۔''

''بہرحال مجرم کی یہ دوسری حماقت اس کے سراغ کے لئے کافی ہوگی۔ اگر کافی نہ بھی ہو تو کوئی نہ کوئی بات ضرور ہی معلوم ہو جائے گی۔'' حمید نے جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ لاش کا پتہ لگ جانے کے بعد گڑھے کو پاٹنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔'' فریدی نے سگار کا دھواں چھلوں کی شکل میں نکالتے ہوئے کہا۔ ''بہت ممکن ہے کہ گڑھے میں کوئی ایسی چیز رہ گئی ہو جس سے مجرم کا سراغ مل جائے یا مقتول کی شخصیت پر روشنی پڑنے کا اندیشہ رہا ہو۔''

''لیکن ایسی صورت میں بھی گڑھے کو پاٹنے کی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کام پولیس کے پہنچ جانے کے بعد ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ غالباً ہم لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہی یہ حرکت کی گئی۔ اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔''

''جی ہاں! ہم لوگوں کے آنے سے پہلے ہی یہ سب کچھ کیا گیا۔ ورنہ ہم لوگ تو......!''

''جی ہاں...... ورنہ آپ لوگ تو کافی مستعد رہے۔'' فریدی نے انچارج کی بات کاٹتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اچھا اب اسے دوبارہ کھودنے کا انتظام کرنا چاہئے۔''

انچارج نے تین چار کانسٹیبلوں کو بلا کر گڑھا کھودنے کے لئے کہا لیکن ان لوگوں کے

پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے زمین کھودی جاسکتی۔ آخر کار یہ طے پایا کہ کچھن پور سے کچھ مزدور بلا لئے جائیں۔

''کیا اسے کھودنے کے لئے آپ لوگوں کی سنگینیں کافی نہیں۔'' حمید نے کہا۔

''بعض اوقات معمولی باتیں بھی دیر میں سوجھتی ہیں۔'' انچارج نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

کانسٹیبلوں نے اپنی سنگینوں سے زمین کھودنی شروع کردی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کانسٹیبل کی سنگین نے کسی چیز سے ٹکرا کر چھنا کا پیدا کیا۔

''ٹھہرو......ٹھہرو......!'' فریدی جھکتے ہوئے چیخا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی مٹی ہٹانی شروع کردی۔

''یہ لیجئے......کوئی اور نئی مصیبت......!'' فریدی نے گڑھے میں سے ایک وزنی تھیلا باہر کھینچتے ہوئے کہا۔

''ارے یہ کیا......!'' سب نے بیک وقت کہا۔

فریدی نے تھیلے کا منہ جو رسی سے بندھا ہوا تھا کھول کر اسے زمین پر الٹ دیا۔ ''یامظہر العجائب......!'' کہتا ہوا حمید اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

یہ ایک گیدڑ کی لاش تھی جس کے منہ میں تمباکو پینے کا پائپ دبا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ شراب کی دو خالی بوتلیں بھی برآمد ہوئیں جن میں سے ایک سنگین لگنے سے ٹوٹ گئی تھی۔ گیدڑ کے سینے پر ایک کاغذ بندھا ہوا تھا جس پر غالب کا یہ قطع لکھا تھا۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

فریدی پر ہنسی کا دورہ پڑا۔ بقیہ لوگ حیرت سے کبھی اسے دیکھتے اور کبھی گیدڑ کی لاش کو۔ فریدی برابر ہنسے جارہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی ہنسی اتنی بھیانک معلوم ہونے لگی کہ کئی ضعیف الاعتقاد کانسٹیبل وہاں سے چپکے سے کھسک گئے۔ ان میں بہتیروں کا یہ خیال تھا بلکہ قرب و جوار میں مشہور بھی تھا کہ جنگل کا مخصوص حصہ بھوتوں کا اڈہ ہے۔ فریدی پر ایک طرح کی نشہ آور

کیفیت طاری تھی جسکے تحت وہ ہنسے ہی جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے قہقہے مضمحل ہوتے گئے اور آخر کار وہ چکرا کر گر پڑا۔ حمید اور انچارج دوڑ کر اس کے قریب پہنچے۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

''ارے یہ معاملہ کیا ہے؟'' انچارج نے گھبراہٹ میں کہا۔

''نہ جانے کیا بات ہے۔ میں خود چکر میں ہوں۔'' حمید نے فریدی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ''لیکن فریدی کے چہرے پر ہوش کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔''

''اب کیا کیا جائے۔'' حمید نے انچارج کی طرف دیکھ کر کہا۔

''حمید صاحب! اب تو میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ ضرور کوئی شیطانی کارخانہ ہے۔'' انچارج نے لرزتے ہوئے کہا۔ ''گیدڑ کی لاش کا کیا مطلب اور پھر اسکے ساتھ شراب کی بوتلیں اور منہ میں دبا ہوا پائپ اور وہ شعر...... ایسی عجیب باتیں آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں۔''

''وہ تو سب کچھ ہے لیکن یہ بتاؤ کہ انسپکٹر صاحب کو ہوش میں کس طرح لایا جائے۔'' حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سرکار یہ تو کوئی پھونک جھاڑ کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔'' ایک کانسٹیبل بولا۔

''لغو......!'' حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ''اچھا انچارج صاحب آپ دو آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ میں انہیں اسی حالت میں شہر لے جاؤں گا۔''

حمید نے گیدڑ کی لاش اور بقیہ دو چیزیں وہیں پڑی رہنے دیں اور بیہوش فریدی کو کار میں ڈال کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ خود کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ راستے میں ہی فریدی کو ہوش آ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر لیٹے ہی لیٹے بولا۔ ''حمید ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

''اوہ...... آپ ہوش میں آ گئے۔'' حمید نے جلدی سے کار روکتے ہوئے مڑ کر کہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور طویل انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔

''بڑا بھیانک پلاٹ تھا...... وہ گیدڑ اور بوتلیں کہاں۔''

''وہ تو میں وہیں چھوڑ آیا۔''

''ارے......!'' فریدی سیٹ پر اچھلتے ہوئے بولا۔ ''بڑے احمق ہو تم۔ چلو فوراً کار واپس

لے چلو، جلدی کرو۔"

کار دوبارہ واپس جا رہی تھی۔

"کہو بھئی کچھ اس کا مطلب سمجھ میں آیا" فریدی نے کہا۔

"سمجھ میں سب کچھ آ گیا، لیکن اگر کہوں گا تو خواہ مخواہ مجھے ہی احمق بننا پڑے گا۔"

"آخر کچھ تو۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ جگہ ضرور بھوتوں سے بھری پڑی ہے۔"

"پھر وہی حماقت کی بات۔"

"میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا۔"

"تمہارا قصور نہیں ہر شخص یہی سمجھے گا۔ مجرم نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ دوسری چال چلی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"اپنی اس حرکت سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ حقیقتاً اس قتل میں بھوتوں کا ہاتھ ہے۔"

"لیکن آپ کے اس طرح قہقہے مار کر بیہوش ہو جانے کا کیا مطلب تھا۔"

"اسی چیز نے تو مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد دی ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب سنگین نے بوتل سے ٹکرا کر چھناکا پیدا کیا تھا اس وقت سب سے پہلے میں ہی اسے دیکھنے کے لئے جھکا تھا۔ جیسے ہی میں جھکا، ایک تیز قسم کی بُو نے میرا دماغ پراگندہ کر دیا۔ لیکن اس وقت میں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن اس کا اثر آہستہ آہستہ میرے دماغ پر ہو رہا تھا۔ جیسے ہی گیدڑ کی لاش برآمد ہوئی میں نے اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ مجھے سخت حیرت تھی کہ آخر میں ہنسی کیوں نہ روک سکا۔ جبکہ اور لوگ خاموش تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کرنے لگا۔ انتہائی کوشش کے باوجود بھی میری ہنسی نہ رک سکی۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تم جانتے ہی ہو۔ ہاں تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان بوتلوں میں کسی قسم کی گیس تھی جس کے اثر سے میری یہ حالت ہوئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دوسری بوتل کے منہ پر

ایک مضبوط کارک لگا ہوا تھا۔خدا کرے ان احمقوں نے اسے کھولا نہ ہو۔ورنہ ایک بہت ہی اہم چیز ضائع ہو جائے گی۔''

''اف میرے خدا۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''اور اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ بدمعاشوں کا اڈہ یہیں کہیں قریب ہی ہے ورنہ اتنی جلدی اتنا مکمل پلان بنالینا آسان کام نہیں۔بھئی ذرا کار کی رفتار اور تیز کرو۔کہیں ان میں سے کوئی اس بوتل کو کھول نہ ڈالے۔''

حمید نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔

لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ان دونوں کی روانگی کے بعد ہی ایک کانسٹیبل نے خالی بوتل اٹھالی اور اس کا کارک نکال کر سونگھنے لگا۔اچانک اس پر بھی ہنسی کا دورہ پڑا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔فریدی اور حمید اس وقت وہاں پہنچے جب دوسرے کانسٹیبل اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔وہ سب بُری طرح خوفزدہ تھے۔ان دونوں کو دیکھتے ہی انہوں نے بیک وقت جلدی جلدی سارا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔کئی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ''چاہے نوکری رہے چاہے جائے......وہ اب کسی قیمت پر وہاں نہ ٹھہریں گے۔''

''تم لوگ ڈرو نہیں۔'' فریدی نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔''اگر یہ بوتل نہ کھولتا تو کبھی اس حال کو نہ پہنچتا۔اب تم میں سے کوئی بے ہوش نہ ہوگا۔لیکن اس کا افسوس ہے کہ اس نے اپنی بیوقوفی سے میرا بہت نقصان کر دیا۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں۔'' انچارج نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''ان بوتلوں میں کوئی نشہ آور اور ہنسانے والی گیس بند تھی۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہنسانے والی گیس......'' انچارج نے کہا۔''رلانے والی گیس تو میں نے دیکھی ہے لیکن ہنسانے والی گیس کا آج تک نام بھی نہیں سنا۔''

''اگر رلانے والی گیس بن سکتی ہے تو ہنسانے والی گیس بنانے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔یہ اور بات ہے کہ مجرم کے علاوہ اور کسی نے اب تک اس طرف دھیان نہ دیا ہو۔''

''مگر صاحب آپ کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' انچارج نے کہا۔

''افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ چیز ضائع ہی ہوگئی ورنہ میں سمجھا دیتا۔''

گیدڑ کی لاش اب تک اسی حال میں پڑی ہوئی تھی۔ فریدی نے آتشی شیشہ نکال کر بوتل کا جائزہ لینا شروع کیا۔

''افسوس کہ اس کانسٹیبل کی انگلیوں کے نشانات کے علاوہ کوئی اور نشان اس بوتل پر نہیں اور یہ ٹوٹی ہوئی بوتل کے ٹکڑے...... ان پر بھی کچھ نہیں......!''

''مگر وہ شعر......!'' حمید جلدی سے بولا۔ ''کم از کم مجرم کی تحریر تو ہمارے ہاتھ آ گئی۔''

''بہت اچھے۔'' فریدی اس کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''مگر حیرت ہے کہ مجرم اتنی احتیاط برتنے کے باوجود بھی یہاں کیسے چوک گیا۔ ذرا لپک کر وہ کاغذ کھولنا۔''

گیدڑ کی لاش سے وہ کاغذ کھول کر جب حمید پلٹا تو اس کا منہ بُری طرح لٹکا ہوا تھا۔

''اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا۔'' اس نے کہا۔

''کیا......؟''

''یہ شعر کسی کتاب سے کاٹ کر اس کاغذ پر چپکا دیا گیا ہے۔''

''یہی تو میں نے کہا کہ اتنے چالاک آدمی نے بھلا ایسی حماقت کیسے کی۔'' فریدی نے کہا۔ ''حمید صاحب اس مرتبہ اچھا خاصہ معمہ ہاتھ آیا ہے۔''

عجیب وغریب چڑیا

فریدی رومال بچھا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ سگار کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نیم خوابی کی سی حالت میں گیدڑ کی لاش پر جمی ہوئی تھیں۔ کانسٹیبل آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ حمید گڑھے کی بقیہ مٹی نکال نکال کر ایک طرف ڈھیر کر رہا تھا۔ اسے اب بھی امید

تھی کہ جلد ہی کوئی چیز مل جائیگی۔ جس سے سراغ لگانے میں آسانی ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ تھک کر پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ فریدی کی نگاہیں اب قرب و جوار کی زمین کا طواف کر رہی تھیں۔

دفعتاً وہ چونک پڑا' اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ اٹھ کر گڑھے کے پاس گیا اور پھر وہاں جھک کر کچھ دیکھتے ہوئے مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔

''حمید......حمید یہاں آؤ۔ تمہیں ایک دلچسپ چیز دکھاؤں۔''

حمید ہاتھ کی مٹی جھاڑتا ہوا اس کی طرف لپکا۔

''یہ دیکھو......'' فریدی نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا......! مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔''

''ارے بھئی۔'' فریدی نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا۔

''جی ہاں یہ کسی چڑیا کے پنجوں کے نشان ہیں۔''

''تو کیا یہ عجیب بات نہیں۔''

''عجیب بات۔'' حمید قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے تو اس میں کوئی عجیب بات نظر نہیں آتی۔ بھلا کسی چڑیا کے پنجوں کے نشانات میں کیا عجیب بات ہو سکتی ہے۔''

''بھئی مان گیا۔'' فریدی ہنستے ہوئے بولا۔

''کیا......؟''

''یہی کہ تم زندگی بھر ایک کامیاب جاسوس نہیں ہو سکتے۔''

''چلئے میں اسے مانے لیتا ہوں۔ لیکن آخر یہ تو بتایئے کہ ان نشانات میں عجیب بات کون سی ہے۔''

''زمین دیکھ رہے ہو کتنی سخت ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ابھی تک بارش بھی نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں کسی معمولی چڑیا کے پنجے اتنے گہرے نشانات نہیں بنا سکتے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا وزن ڈھائی تین من سے کسی طرح کم نہ ہوگا اور اتنے وزن کی

چڑیا کے ساتھ اتنے چھوٹے چھوٹے پنجوں کا تصور انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔فوراً سوچو تو بالکل ایسا ہی لگتا ہے نا جیسے کسی اونٹ کو گوریا کے پنجے عطا کر دیئے گئے ہوں اور دوسری بات دیکھو، یہاں چار نشانوں کا درمیانی فاصلہ چار چار انگل ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس جگہ چڑیا کے دو قدم پورے ہوئے۔پہلی چیز یہ کہ اتنی وزن دار چڑیا اتنے چھوٹے پیر رکھتی ہے کہ وہ چار انگل سے زیادہ نہیں پھیل سکتے۔ یہ چاروں نشان یہاں ختم ہوگئے۔اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر پھر ویسے ہی چار نشان ملتے ہیں لہٰذا دوسری مضحکہ خیز بات یہ ہوئی کہ یہ چڑیا ہر دو قدم چلنے کے بعد ڈیڑھ فٹ کی جست لگاتی ہے آگے بڑھتے آؤ۔ یہ دیکھو کہیں بھی اس کے معمول میں فرق نہیں آیا۔دو قدم چلنے کے بعد اس کے لئے ڈیڑھ فٹ اچھلنا ضروری ہے۔ کہو کبھی ایسی چڑیا خواب میں بھی دیکھی تھی۔اب بتاؤ کیسی رہی۔''

''فریدی صاحب میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بھوت......!''

''لاحول ولا قوۃ......!''فریدی حمید کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔''پھر وہی چغد پن کی باتیں۔''

''تو پھر اور کیا کیا جائے۔''

''ابھی کچھ کیا ہی کیوں جائے۔''فریدی نے کہا۔''اور دوسری بات یہ دیکھو یہ چڑیا اس طرف سے آئی، گڑھے تک گئی اور پھر اسی طرف واپس چلی گئی۔''

''واقعی بڑی عجیب بات ہے۔''حمید نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور دلچسپ بھی۔''فریدی نے مسکرا کر کہا۔''ایسی عجیب وغریب چڑیا کا شکار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔کیا تم اپنا پستول ساتھ لائے ہو۔''

''پستول تو ہے میرے پاس......مگر......مگر......!''

''گھبراؤ نہیں......میری موجودگی میں یہاں کے بھوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔آؤ میرے ساتھ چلو۔''فریدی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا ان لوگوں کو ساتھ لے چلئے گا۔''حمید نے کانسٹیبلوں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''عجیب ڈرپوک آدمی ہو......اتنے آدمی دیکھ کر اگر چڑیا اڑ گئی تو......تمہیں تو کوئی

کہانیاں سنانے والی دادی اماں ہونا چاہئے تھا۔ مرد بنو برخوردار......!''

''چلئے صاحب۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

دونوں ان عجیب وغریب نشانات کو دیکھ کر آگے بڑھنے لگے۔ آگے چل کر پھر جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جھاڑیوں کے درمیان ایک بل کھاتی ہوئی پگڈنڈی دور تک چلی گئی تھی۔

''دیکھو میاں حمید یہ چڑیا ہم لوگوں کی طرح عقلمند معلوم ہوتی ہے کہ جھاڑیوں میں گھسنے کی بجائے پگڈنڈیوں ہی پر چلتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کافی پڑھی لکھی بھی ہو...... کیا خیال ہے۔''

''میں کیا بتاؤں...... آپ روحانیت وغیرہ کے تو قائل ہی نہیں۔ خیر کبھی نہ کبھی تو قائل ہونا ہی پڑے گا۔ ممکن ہے کہ اسی کیس کے سلسلے میں آپکو اپنے خیالات تبدیل کرنے پڑیں۔''

''بھئی تمہیں اس محکمے میں آنے کے لئے کس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے تو کسی خانقاہ کی سجادہ نشینی ہی بہتر ہے۔ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین سمجھتا تھا۔ لیکن تم نکلے نرے گاؤدی۔ لاحول ولاقوۃ۔''

''آپ جو چاہیں کہیں مگر مجھے پورا یقین ہے کہ یہ سب کسی انسان کا کام نہیں۔''

''اچھا چلو وہ بھوت ہی سہی۔ لیکن واضح رہے کہ میں اپنے علاقے میں ایسے نامعقول بھوت کا وجود بھی برداشت نہیں کرسکتا۔''

''دیکھئے ایسا نہ کہئے......!'' حمید جلدی سے بولا۔

''کیوں...... کیا بھوت تمہارے کوئی رشتہ دار ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔''

''آپ تو سمجھتے نہیں۔'' حمید بُرا مان کر بولا۔

''کیا نہیں سمجھتا......؟''

''خیر ہوگا...... ہٹائیے...... مجھے کیا۔''

''آخر کچھ کہو بھی تو۔''

''اب زیادہ احمق نہیں بننا چاہتا۔''

''کیا تم بُرا مان گئے۔ ارے بھائی راستہ کٹنے کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہئے۔ معلوم نہیں ابھی اور کتنی دور چلنا ہوگا۔''

''میرا خیال ہے کہ کیوں نہ اس کیس کو معمولی تفتیش کے بعد ٹال ہی دیا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

''بھئی بہت اچھے! کیا بات کہی آپ نے۔'' فریدی نے حمید کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔
''لیکن حمید صاحب یہ پہلا کیس ہے جس میں مجھے صحیح معنوں میں لطف آرہا ہے۔''

یہ دونوں اب چڑیا کے پنجوں کے نشانات پر چلتے ہوئے تقریباً ایک میل نکل آئے تھے۔ یہاں آکر وہ پگڈنڈی ایک کچی سڑک سے مل گئی تھی۔ سڑک کے اس پار پھر گھنیری جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ یہاں وہ نشانات بھی مٹ گئے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف بھی نشانات نہ ملے۔ فریدی کچھ دیر تک کھڑا سوچتا رہا پھر چٹکی بجا کر بولا۔

''تو حمید صاحب وہ چڑیا یہاں تک پیدل آئی۔ اس کے بعد پھر موٹر پر بیٹھ کر شمال کی طرف روانہ ہوگئی۔''

حمید بے ساختہ ہنسنے لگا۔

''اس وقت مجھے اپنا بچپن یاد آرہا ہے۔'' حمید ہنسی روکتے ہوئے بولا۔

''تم شاید مذاق سمجھ رہے ہو۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ دیکھو موٹر کے پہیوں کے نشانات جنوب کے طرف کہیں نظر نہ آتے۔ کوئی موٹر یہاں تک لے آیا۔ اس کے بعد پھر جنوب کی طرف سے شمال کی طرف گھمایا گیا۔ یہیں سے چڑیا کے پنجوں کے نشانات بھی غائب ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ چڑیا موٹر کی آواز سن کر اڑ گئی ہو۔''

''پھر وہی بچپنے کی باتیں۔ ارے میاں اگر وہ ڈھائی تین من کی چڑیا اڑ سکتی ہوتی تو اتنی دور پیدل کیوں آتی۔''

''یہی رہی بے پر کی۔'' حمید قہقہہ لگا کر بولا

''خیر خدا کا شکر ہے کہ تم ہنسے تو۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''اچھا آؤ...... اب اس موٹر

کے پیچھے چلیں۔''

''تو گویا وہ سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے کی مثل صادق آیا چاہتی ہے۔'' حمید زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔''اب تو چلا نہیں جاتا۔ پہلے آپ یہ تو بتائیے کہ آپ کس پلان پر عمل کر رہے ہیں۔ تب ہی چل سکوں گا۔''

''بچے مت بنو...... چلو اٹھو...... گرمی کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے۔ غنیمت یہی ہے کہ آج لو نہیں چل رہی ہے۔''

''تو کیوں نہ ہم لوگ اپنی کار یہاں لے آئیں...... اور پھر......!''

''اچھا بکومت ہمیں پیدل ہی چلنا ہے۔'' فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

''تو میں کب کہتا ہوں کہ پیدل نہ چلوں گا۔'' حمید نے ایسے معصومانہ لہجے میں کہا کہ فریدی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

دونوں پھر موٹر کے پہیوں کے نشانات دیکھتے ہوئے شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ آگے چل کر جھاڑیوں کے سلسلے کم ہو گئے تھے۔ تقریباً چار فرلانگ چلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤں دکھائی دیا۔ کچی سڑک اس گاؤں کے باہر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ دونوں چلتے رہے۔ ایک پختہ اور نئی وضع کی عمارت دور سے ہی دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ غالباً اس گاؤں کے زمیندار کا مکان معلوم ہوتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

دونوں عمارت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہ نئے طرز کی ایک بڑی عمارت تھی جس کے آگے چار دیواری میں گھرا ہوا پائیں باغ تھا۔

''دیکھئے یہ موٹر کے پہیوں کے نشانات میدان حشر میں لے جاتے ہیں یا......!''

''ٹھہرو......!'' فریدی حمید کی بات کاٹتا ہوا زمین پر جھک گیا۔

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''یہ دیکھو...... شاید وہ چڑیا یہیں پر موٹر سے اتری ہے۔ فریدی نے چڑیا کے پنجوں کے نشانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کہیں کہیں نظر آ رہے تھے، فریدی نشانات کو دیکھتا

پائیں باغ کے پھاٹک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں باغ میں داخل ہو گئے۔"

اچانک ایک بڑا کتا غراتا ہوا ان کی طرف جھپٹا۔

"جیک...... جیک......!" ایک نسوانی آواز آئی اور کتا دم ہلاتا ہوا لوٹ گیا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟" عورت قریب آ کر تیز لہجے میں بولی۔ یہ ایک قبول صورت جوان عورت تھی۔ لباس کا رکھ رکھاؤ اور انداز گفتگو ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس گھر کی مالکہ ہے۔ اس نے پیازی رنگ کی جارجٹ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی کشش تھی۔ سرجنٹ حمید ایک خوبصورت اور جوان عورت کو اپنے قریب دیکھ کر کچھ بوکھلا سا گیا۔ لیکن فریدی کے انداز میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی۔ وہ نہایت پرسکون لہجے میں بولا۔ "محترمہ! ہم لوگ محکمہ سراغرسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ چونکے تو۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے متحیر ہو کر کہا۔

"بہت خوب...... تو گویا آپ لوگ اس باغ میں بغرض تفریح تشریف لائے ہیں۔"

"جی نہیں...... ہم لوگ تو......!"

"خیر چھوڑیئے ان باتوں کو...... کچھ سراغ ملا...... میں بہت پریشان ہوں۔" وہ بولی۔

فریدی اور حمید حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"محترمہ! بخدا میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔" فریدی نے کہا۔

"تو... آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔" وہ غصہ سے بولی۔

"دیکھئے صاف صاف بات کیجئے۔ ہم لوگ ایک قتل کی تفتیش کر رہے ہیں۔" فریدی نے بے ساختہ کہا۔

"قتل......!" وہ چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئی بولی۔ "کس کا قتل......!"

"ایک گمنام آدمی کا۔"

"دیکھئے صاحب بیکار وقت ضائع نہ کیجئے۔ آپ کو ایک عورت سے مذاق کرنے کی اچھی

خاصی سزا مل سکتی ہے۔"

"لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔" فریدی نے اپنا ملاقاتی کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر اے کے فریدی۔" عورت نے آہستہ سے کہا۔ "فریدی صاحب! معاف کیجئے گا، میں بہت پریشان ہوں۔ پرسوں رات سے میری سہیلی بملا غائب ہے۔ وہ دو ماہ کے لئے یہاں آئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔ میں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی تھی۔ اس وقت سمجھی کہ شاید آپ لوگ اسی کے متعلق کوئی اطلاع دینے آئے ہیں۔"

"محترمہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔ ہم تو اس وقت ایک عجیب وغریب چڑیا کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ہمیں آپ کی سہیلی کے متعلق کوئی اطلاع نہیں۔"

"مجھے سخت تشویش ہے...... اگر شام کو یہاں کی پولیس نے کوئی خبر نہ دی تو میں یقیناً اس معاملے کو آگے بڑھا دوں گی۔"

"اگر آپ مجھے اس چڑیا کی تلاش میں مدد دے سکیں تو شکر گزار ہوں گا۔ آپ اطمینان رکھئے۔ میں آپ کی سہیلی کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتی ہوں۔ اس باغ میں دن بھر بے شمار پرندے آتے ہوں گے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں یہ پرندہ اپنی نوعیت کا ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"یہی کہ اس کا وزن دو ڈھائی من سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"آپ تو طلسم ہوشربا کی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"یہ سرجنٹ حمید ہیں۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ آپ ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کیجئے گا۔"

"اوہ کوئی بات نہیں۔" عورت مسکرا کر بولی۔

فریدی کو اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے چڑیا کا راز اتنی جلدی کیوں اگل دیا۔ گرمیوں کی دوپہر میں اتنی مسافت پیدل طے کر کے ذہنی توازن برقرار رکھنا آسان کام نہیں۔ بہر حال اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً سنبھل کر بولا۔

''محترمہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ آپ ہی کے معاملے کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ ابھی ابھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے تین میل کے فاصلے پر کسی گڑھے سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے۔لیکن وہ کسی مرد کی ہے آپ پریشان نہ ہوں۔''

''آپ کی تو کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ابھی تو آپ چڑیا......!''

''ٹھیک ہے......ٹھیک ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹتا ہوا بولا۔''ہم سراغ رسانوں کے کام کرنے کے طریقے عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔بہر حال اگر تکلیف نہ ہو تو پہلے ہمیں تھوڑا سا پانی پلایئے۔اس کے بعد ہم لوگ کسی قاعدے کی بات کے قابل ہوسکیں گے۔آپ دیکھتی ہیں کتنی سخت دھوپ ہے۔''

''ضرور......ضرور......اندر تشریف لے چلئے۔'' وہ برآمدے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

برآمدے میں پہنچ کر دونوں نے اپنے کوٹ اتار کر کرسیوں پر ڈال دیئے اور رومال سے چہروں کا پسینہ پونچھتے آرام کرسیوں پر گر گئے۔

''یہاں بھی کافی تپش ہے۔'' عورت بولی۔''میرے خیال سے اندر ٹھیک رہے گا۔''

لاش کی شناخت

ڈرائینگ روم میں پہنچ وہ کر صوفوں پر بیٹھ گے۔عورت نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا۔ ڈرائنگ روم کو بہت ہی خوش سلیقگی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔فرش پر ایک دبیز اور قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔صوفوں پر پھولدار ریشمی کپڑے کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بڑے

فریموں میں آرٹ کے عمدہ نمونے نظر آرہے تھے۔ فریدی اس دیہی علاقے میں یہ شان و شوکت دیکھ کر متحیر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم شیشے کے جگ میں ٹھنڈا پانی لایا۔

"میرے خیال سے کچھ کھا بھی لیجئے۔" عورت بولی۔

"جی نہیں شکریہ۔" فریدی نے پانی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دونوں نے جی بھر کر پانی پیا۔ کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

"واقعی بملا دیوی کا اس طرح غائب ہو جانا حیرت انگیز ہے۔" فریدی بولا۔

حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ حضرت چڑیا سے بملا دیوی تک کیوں کر جا پہنچے۔

"کیا بتاؤں انسپکٹر صاحب کہ مجھے کتنی پریشانی ہے۔"

"قدرتی بات ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔"

"کیا آپ نے انہیں اس کی کوئی اطلاع دی۔"

"اب تک تو نہیں...... سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا لکھوں۔"

"تو کیا وہ کہیں دور رہتے ہیں؟" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں...... کان پور میں...... اس کے والدین وہاں روئی کے بہت بڑے تاجر ہیں۔ شاید آپ نے نام سنا ہوگا۔ سیٹھ کرم چند۔"

"اوہ اچھا...... تو وہ یہاں اپنے شوہر سے لڑ کر آئی تھیں۔" فریدی بولا۔

"نہیں صاحب...... ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ وہ میری کلاس فیلو رہ چکی ہیں۔ یونہی تبدیلی آب و ہوا کے لئے یہاں آئی تھی۔ تقریباً ایک ماہ کی بات ہے۔"

"اور ابھی ایک ماہ اور رہنے کا ارادہ تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی وجہ سے آپ کو اطلاع دیئے بغیر کانپور چلی گئی ہوں۔"

''ایسی تو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ وہ ننگے پیر بغیر سامان لئے یہاں سے چلی جائے۔''

''ننگے پیر...... کیا مطلب۔''

''جی ہاں...... سارے سینڈل اس کے کمرے میں موجود ہیں اور وہ سارا سامان بھی جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔''

''حیرت کی بات ہے۔'' فریدی حمید کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔''اچھا یہ بتایئے اس دوران میں ان کے پاس باہر سے کچھ خطوط بھی آئے تھے۔''

''جی ہاں...... یہ زیادہ تر ان کے والدین یا منگیتر کے ہوتے تھے۔''

''ہوں......!'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''کیا آپ کو ان خطوط کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔''

''جی نہیں۔''

''ان کے منگیتر کا کیا نام ہے؟''

''رندھیر سنگھ۔''

''رندھیر سنگھ......!'' فریدی تقریباً اچھلتے ہوئے بولا۔''کیا آپ نے اسے دیکھا بھی ہے۔''

''کئی بار......!''

''کیا وہ کبھی یہاں آیا تھا۔''

''نہیں میں اس سے کان پور میں مل چکی ہوں۔''

''تب آپ کو میرے ساتھ کوتوالی تک چلنے کی زحمت کرنی پڑے گی۔''

''کیوں......!'' عورت متحیر ہو کر بولی۔

''آج جس شخص کی لاش دھرم پور کے جنگل میں ملی ہے اس نے بھی اپنا نام رندھیر سنگھ ہی بتایا تھا۔''

''ارے......تو گویا......تو گویا۔'' عورت کانپنے لگی۔

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔'' فریدی اٹھتے ہوئے بولا۔''جلدی کیجئے۔''

دفعتاً دروازے پر کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی اور ایک ادھیڑ عمر کا مضبوط آدمی کمرے میں داخل ہوکر کھڑا ہوگیا۔ وہ خلاء میں تاک رہا تھا۔

اس نے پتلون قمیض پہن رکھی تھی۔ بڑے سے لمبوترے چہرے پر اس کی بڑی بڑی ویران آنکھیں بہت ہی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ دہانہ کافی پھیلا ہوا تھا اور دونوں کانوں پر گھنے بالوں کی لکیریں تھیں چہرہ اس طرح صاف تھا جیسے اس نے ابھی ابھی شیو کیا ہو۔ سانس کے ساتھ ساتھ اس کی پھولی ہوئی ناک کے نتھنے پھول پچک رہے تھے۔

بازوؤں کی ابھری مچھلیاں آستین کے اوپر سے صاف ظاہر ہو رہی تھیں۔

''یہاں کون ہے۔'' وہ گرج کر بولا۔

عورت گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

''جی یہ محکمہ سراغ رسانی کے انسپکٹر فریدی صاحب ہیں۔ بملا والے کیس کی تحقیقات کے سلسلے میں آئے ہیں۔'' وہ بولی۔

''اچھا......!'' وہ چھڑی سے زمین ٹٹولتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''کہئے انسپکٹر صاحب کچھ پتہ چلا۔''

''ابھی تک تو کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ مجھے اپنے ساتھ کوتوالی لے جانا چاہتے ہیں۔'' عورت بولی۔

''کیوں......!'' اس نے تیز آواز میں کہا۔

''یہاں کہیں کوئی قتل ہوگیا ہے۔''

''تو پھر اس قتل سے تمہیں کیا سروکار۔'' بوڑھے کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میرا خیال ہے کہ مقتول بملا دیوی کا منگیتر ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''چلئے یک نہ شد دو شد۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔ ''ابھی بملا ہی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اب ان کے منگیتر بھی اللہ کو پیارے ہوگئے...... لاحول ولا قوۃ...... جاؤ بھئی جاؤ...... لیکن جلدی لوٹ آنا۔ خبردار! اب تمہاری کوئی منحوس سہیلی اس گھر میں قدم نہ رکھنے پائے۔''

وہ تینوں اٹھ کر باہر آئے۔ عورت نے ڈرائیور سے کار لانے کو کہا اور تینوں شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

''محترمہ! ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔ ''یہ کون صاحب تھے؟''

''ٹھاکر دلبیر سنگھ...... میرے مرحوم شوہر کے بڑے بھائی۔''

''تو کیا یہ نابینا ہیں۔''

''جی ہاں...... دو برس ہوئے ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی۔''

''اگر کچھ ہرج نہ ہو تو اپنے خاندان کے متعلق بھی بتا دیجئے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔'' عورت فریدی کو گھورتے ہوئے بولی۔

''میں اپنی اطلاع کے لئے آپ کے خاندانی حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ...... کیا آپ نے مشہور سائنسدان پرکاش بابو کا نام نہیں سنا۔ وہ میرے شوہر تھے، تین سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔''

''پرکاش بابو!'' فریدی نے آہستہ سے دہرایا۔ ''وہی تو نہیں جو جھیل میں ڈوب گئے تھے۔''

''جی ہاں وہی، ان کے بعد سے ان کے بڑے بھائی ٹھاکر دلبیر سنگھ میرے نگران ہیں۔ انہوں نے مجھے پتا جی کے گھر نہیں جانے دیا۔ میرے پتا ایک روشن خیال آدمی ہیں۔ وہ میری دوسری شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ مگر میں یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی ہوں۔ آپ کو میرے خاندانی حالات سے کیا سروکار......؟''

''اگر اس سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔''

''کوئی بات نہیں...... یہ تذکرہ میرے لئے بہت ہی اندوہناک ہوتا ہے۔''

کوتوالی پہنچ کر انسپکٹر فریدی اسے لاش والے کمرے میں لے گیا۔ لاش کو دیکھ کر عورت بُری طرح کانپنے لگی۔ وہ سچ مچ بملا کے منگیتر ہی کی لاش تھی۔ اس نئے انکشاف پر کوتوالی میں ہلچل مچ گئی۔ رندھیر سنگھ اور بملا کے والدین کو سرکاری طور پر تار دیئے گئے، عورت بُری طرح خائف تھی۔ آفیسروں کی گفتگو سے اس نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید اسے حراست میں لے لیا جائے۔

"فریدی صاحب! میں تو بڑی پریشانی میں پھنس گئی۔" عورت پریشانی کے لہجے میں بولی۔

"گھبرایئے نہیں! چلئے میں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ آؤں۔"

فریدی حمید کو کوتوالی میں چھوڑ کر خود اس عورت کے ساتھ چلا گیا۔

دوسری لاش

فریدی جب اس عورت کو پہنچا کر واپس آیا تو کوتوالی میں سرجنٹ حمید کو اپنا منتظر پایا۔ حمید اسے بُری طرح گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"کیوں بھئی...... اس طرح کیوں گھور رہے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں آپکے ہونٹوں پر لپ اسٹک کے دھبے تلاش کر رہا تھا۔" حمید نے سادگی سے کہا۔

"بڑے گندے خیالات ہیں تمہارے۔" فریدی منہ سکوڑ کر بولا۔

"جی نہیں...... میں انتہائی پاک و صاف خیالات کا آدمی ہوں۔ جبھی تو میں یہاں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔"

"اوہ! تو یہ کہو تم اچھے خاصے گدھے ہو۔ اگر تم میرے ساتھ ہوتے تو میں کبھی اتنے کام کی باتیں نہ معلوم کر سکتا۔"

"جی ہاں...... ایسے موقعوں پر یہی ہوتا ہے۔" حمید بدستور اسی طرح منہ چلاتے ہوئے بولا۔

"بھئی خدا کے لئے اب تم جلدی سے شادی کر ڈالو ورنہ اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"نہیں صاحب! آپ اطمینان رکھئے۔ میں اکیلا ہی ڈوبوں گا۔"

"اچھا بس چغد پن ختم کرو۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ ابھی تک رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ چلو اب گھر چلیں۔ وہیں باتیں ہوں گی۔ چلو تمہیں ایک دلچسپ خبر سناؤں گا۔ میں

اس عجیب وغریب چڑیا کی ٹانگیں کاٹ لایا ہوں۔"

حمید حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔

گھر پہنچ کر دونوں نے کھانا کھایا اور ایک ایک سگار سلگا کر آرام کرسیوں پر گر گئے۔

فریدی دو تین لمبے لمبے کش لینے کے بعد بولا۔ "بھئی وہ عورت......"

"کافی خوبصورت ہے۔" حمید نے اس کی بات کاٹ کر جملہ پورا کر دیا۔

"پھر وہی حماقت کی باتیں۔"

"آخر آپ اس موضوع سے کیوں بھاگتے ہیں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"اس لئے کہ میری جنسیت عورت کی بجائے خطرات میں پڑنے سے تسکین پاتی ہے۔" فریدی نے جواب دیا۔

"یہ سب فلسفہ ہے...... یا پھر ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کو کسی خاص موڈ میں بنایا ہو۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"خیر بھئی یہ باتیں پھر ہوں گی۔ میں یہ بتانے جا رہا تھا کہ اس عورت کا نام سروج ہے۔ وہ اپنے شوہر کے بڑے بھائی کے ساتھ اسی مکان میں رہتی ہے۔ وہ اندھا ٹھاکر دلبیر سنگھ بھی بڑی پر اسرار شخصیت کا مالک معلوم ہوتا ہے۔ سروج کے شوہر کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ ایک سائنسدان تھا۔ آج میں نے اس کی لیبارٹری بھی دیکھی ۔ جو اب بہت خراب حالت میں ہے۔ اسے عجیب وغریب چیزیں جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ میں نے اس کے ترتیب ہوئے عجائب گھر کی بھی سیر کی۔ دنیا بھر کی عجیب وغریب چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ بملا کے کمرے کی تلاشی لی وہاں کوئی خاص چیز نہیں مل سکی۔ اس کے دوران قیام میں اس کے پاس جو خطوط آئے تھے انہیں بھی دیکھا لیکن کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی۔ سروج اور دلبیر سنگھ پر سوالات کی بوچھاڑ کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ دلبیر سنگھ انتہائی ضدی اور چڑ چڑا آدمی ہے۔ اس نے کسی بات کا بھی جواب شرافت اور سنجیدگی سے نہ دیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کافی دولت مند ہیں اور آمدنی کا ذریعہ ان کی جائیداد ہے۔ ان کا حلقہ احباب زیادہ وسیع

نہیں ہے۔ دو تین آدمی اکثر ان کے یہاں آ کر ٹھہرا کرتے ہیں اور بس......ان میں سے ایک ڈاکٹر ہے۔ ایک تاجر اور ایک وکیل۔ یہ سب یہیں شہر میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ مشکوک چال چلن کا آدمی ہے۔ وہ ہے ڈاکٹر ستیش لیکن یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ شہر والے تو اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ویسے وہ میری بلیک لسٹ پر ہے اور شاید میرے علاوہ کوئی اور اس کے کارناموں سے واقف بھی نہ ہو۔''

''ابھی تک تو ان باتوں میں مجھے کوئی کام کی بات نظر نہیں آئی۔'' حمید نے کہا۔ ''سروج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔''

''کوئی بُرا خیال تو ابھی تک نہیں قائم کر سکا۔''

''لیکن مجھے تو وہ مشکوک نظر آتی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''مشکوک تو میں بھی تھا۔ لیکن اب یہ خیال بدل دینا پڑا کیونکہ اس چڑیا کی تلاش میں اسی نے مجھے مدد دی تھی۔''

''ہاں......وہ چڑیا کی ٹانگوں کا قصہ کیا ہے۔''

''قصہ کچھ نہیں۔ جو خیال میں نے پہلے قائم کیا تھا وہ سچ نکلا۔ میں نے دوران گفتگو میں سروج سے چڑیا کے پنجوں کا تذکرہ کیا۔ سارے واقعات سن کر وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اچانک چونک پڑی۔ میں نے اسے وہ نشانات دکھائے بھی۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ وہ مجھے اپنے شوہر کے عجائب گھر میں لے گئی اور کہنے لگی مجھے تعجب ہے کہ انہیں کس نے استعمال کیا۔ اس جوتے کے تلے میں لوہے کے بنے ہوئے چڑیا کے پنجے جڑے ہوئے تھے اس نے مجھے بتایا کہ اس کے شوہر نے یہ جوتے کسی سیاح سے خریدے تھے اور انہیں اپنے عجائبات میں اضافہ سمجھ کر وہاں رکھ دیا تھا۔ وہ سخت پریشان تھی۔ بار بار یہی کہتی تھی کہ آخر ان جوتوں کو کس نے استعمال کیا۔ میں ان جوتوں کو اپنے ہمراہ لیتا آیا ہوں اور اسی وقت انہیں فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کر آیا ہوں۔ اگر مجرم نے موزے پہن رکھے ہوں گے تو اس میں اس کے پیروں کی انگلیوں کے نشانات ہونے ضروری ہیں۔'' فریدی خاموش ہو گیا۔

حمید حیرت سے منہ پھاڑے سن رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ واقعی وہ عورت جوتوں کے استعمال کرنے والے سے ناواقف ہے۔“

”اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے جوتے دکھانے کی بجائے انہیں تلف کر دیتی۔“

”ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی نظروں میں چڑیا کے پنجوں کی اتنی اہمیت دیکھ کر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ جوتے آپکے حوالے کر کے آپ کا شبہ اس مکان کے رہنے والوں کی طرف سے دور کر دے۔ کیونکہ چڑیا کے پنجوں کے نشانات اس کے کمپاؤنڈ میں بھی پائے گئے تھے۔“

”بہر حال اس سے اس کی بے گناہی تو ثابت ہی ہوگئی۔ رہ گئے اس گھر کے دوسرے لوگ یا وہاں آنے جانے والے، تو ان کے علاوہ اور کون ان جوتوں کو پہن سکتا ہے۔“

”کچھ بھی ہو...... معاملہ بہت الجھا ہوا ہے۔ میرے خیال سے تو اس گھر بھر کے لوگوں کو حراست میں لے لینا چاہئے۔“

”لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ میں نے سروج کو سمجھا دیا ہے کہ وہ ان جوتوں کے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ دلبیر سنگھ کو بھی یہ بات نہ معلوم ہونے پائے۔ ان لوگوں پر شبہ ظاہر کرنے سے قاتل بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔“

”خیر بہر حال اب آپ نے کیا سوچا ہے۔“ حمید نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

”میں گیارہ بجے کی گاڑی سے کان پور جا رہا ہوں۔“

”کیوں...... وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بملا اور رندھیر کے والدین کو تار دے دیئے گئے ہیں۔“

”مجھے ان کے والدین سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ رندھیر یہاں آیا کیوں تھا۔ بہر حال میں کل رات تک یہاں واپس آ جاؤں گا۔ سروج کے مکان کی نگرانی کے متعلق ہدایات دے چکا ہوں اور تم خاص طور پر سروج پر نظر رکھنا۔“

”عجیب معاملہ ہے۔“ حمید اکتا کر بولا۔ ”کبھی آپ یہ کہتے ہیں کہ میرا شبہ اس پر نہیں ہے اور کبھی اس کی نگرانی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔“

''اگر اتنا ہی سمجھتے ہوتے تو میری جگہ پر ہوتے۔'' فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''بہر حال جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرنا اور ہاں نگرانی سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس سے باقاعدہ عشق شروع کر دیں آپ کو تو بس موقع ملنا چاہئے۔''

''مطمئن رہئے۔ میں پرائی بہو بیٹیوں کو اپنی ہی سمجھتا ہوں۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''بہتر ہے کہ آپ انہیں پرائی ہی رہنے دیں۔ خیر مذاق چھوڑو۔ ہاں اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ مکان کی نگرانی ہو رہی ہے۔''

''نگرانی کے لئے میں نے انور، کمار اور وحید کو مقرر کیا ہے اور تم ان کے انچارج ہو۔ ان سے جو اطلاعات ملیں ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا اور ہاں ڈاکٹر ستیش کی ڈسپنسری کے پاس ایک فقیر بیٹھا ہے۔ اس سے تمہیں ڈاکٹر ستیش کے متعلق اطلاعات ملیں گی۔ انہیں بھی محفوظ رکھنا۔''

''فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کے سگار کا گنجان دھواں فضا میں مرغولے بنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ رہا پھر آہستہ سے بولا۔'' ابھی تک فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ سے کوئی خبر نہیں آئی۔ مجھے تو امید نہیں ہے کہ جوتے میں کسی قسم کے نشانات مل سکیں۔ قاتل انتہائی چالاک ہے۔ اس نے ایسی حماقت نہ کی ہوگی۔''

''ایسا ممکن ہے۔'' حمید نے کہا۔'' اس کے فرشتوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ آپ کا ہاتھ ان جوتوں تک پہنچ سکے۔''

''بہر حال ابھی تھوڑی دیر میں معلوم ہو جائے گا۔''

پھر خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک آدمی اندر داخل ہوا اور فریدی کے ہاتھ میں کاغذ دے کر خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

''لو دیکھو رپورٹ آ گئی۔'' فریدی نے کاغذ حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔'' کسی قسم کے نشانات نہیں مل سکے۔ حالانکہ نشانات ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ آج کل گرمیوں میں عموماً سب کے پیر کچھ نہ کچھ ضرور پسیجتے ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔''

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر آنے والے کیطرف دیکھ کر بولا۔ ''اب تم جاسکتے ہو۔''

''اچھا بھئی اب میں روانگی کی تیاری کروں۔ دیکھو بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ذرا بھی چوکے نہیں کہ کام بگڑا۔''

''آپ اطمینان رکھئے۔ اب میں پوری پوری احتیاط کروں گا۔'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اس وقت نو بجے ہیں لاش کی شناخت کے وقت سے لے کر گیارہ بجے تک کے وقفے میں ایک کے علاوہ اور کوئی ٹرین کانپور نہ جائے گی۔''

''میں آپکا مطلب سمجھ گیا لیکن دوسرا کوئی کار سے بھی جاسکتا ہے۔'' حمید نے مڑ کر کہا۔

''بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو بھی گیا ہو لیکن بے سود۔ رندھیر سنگھ کے مکان کے قریب پرندہ بھی پر نہ مار سکے گا۔ میں نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا ہے۔ لاش کی شناخت کے بعد ہی میں نے کانپور کے محکمہ سراغ رسانی کو بذریعہ تار مطلع کر دیا تھا۔ اس وقت رندھیر سنگھ کے مکان کے ایک ایک کمرے میں پولیس کے آدمی متعین ہوں گے۔''

''تو پھر اب آپ کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔'' حمید نے کہا۔

''بھئی ہر ایک کے کام کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔ اچھا اب میں ذرا اپنا سامان درست کرلوں۔'' فریدی نے یہ کہہ کر مڑنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

''وحید......!'' فریدی نے چونک کر کہا۔ ''کیا بات ہے۔''

وحید کا سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ رک کر دم لینے لگا۔ پھر رک رک کر بولا۔ ''ایک ...... لاش......اور......!''

''کیا مطلب......؟'' حمید جلدی سے بولا۔

''میں انسپکٹر صاحب کی ہدایات کے مطابق اس مکان کی نگرانی کے لئے جا رہا تھا۔ جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں سے رندھیر کی لاش برآمد ہوئی تھی تو مجھے بہت سخت بدبو محسوس ہوئی۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی میں ایک عورت کی لاش دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کہیں سے کھود کر نکالی گئی ہو۔''

''تو پھر تم نے کیا کیا۔'' فریدی نے جلدی سے کہا۔

''میں قریب کے دیہات سے چار پانچ آدمیوں کا انتظام کر کے لاش کو توالی اٹھوا کر لایا ہوں۔''

''یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ حمید میرا جانا نہیں رک سکتا۔ یہ لاش دراصل میرے روکنے کے لئے ہی نکالی گئی ہے۔ اچھا بتاؤ یہ لاش کس کی ہو سکتی ہے۔''

''بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''یہ اسی عورت کی لاش ہے۔ جس کا تذکرہ رندھیر نے کوتوالی انچارج سے کیا تھا یعنی بملا کی لاش۔''

''ارے......!'' حمید نے چونک کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ ''لیکن آپ وثوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''ابھی تمہیں یقین آ جائے گا۔ تم سیدھے سروج کے یہاں چلے جاؤ اور اسے لے کر کوتوالی آؤ۔ دلیر سنگھ اگر اسے تنہا نہ آنے دے تو اسے بھی لیتے آنا اور ہاں دیکھو سب کام احتیاط سے کرنا۔ ممکن ہے کہ واپسی میں مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔ اس لئے ''گڈ نائٹ''
فریدی یہ کہتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔

دلچسپ سفر

دہلی ایکسپریس پوری رفتار سے چیختی چنگھاڑتی بھاگ رہی تھی۔ انسپکٹر فریدی ایک معمر آدمی کے بھیس میں فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ گرمی کی وجہ سے اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور اگر شاید اس وقت نیند آتی بھی تو نہ سوتا کیونکہ سامنے والی برتھ پر لیٹا ہوا سکھ اسکی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

وہ دو تین اسٹیشن کے بعد سوار ہوا تھا اور اس وقت کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔ سب سے زیادہ دلچسپی چیز یہ تھی کہ اس نے اس وقت بھی سیاہ عینک پہن رکھی تھی۔ فریدی سوچنے لگا کہ اگر اس

کی آنکھیں خراب ہوتیں تو وہ اس وقت اخبار نہ پڑھتا اور اگر آنکھیں نہیں تو رات کے وقت سیاہ عینک لگا کر پڑھنا کسی ہوشمند آدمی کے لئے ناممکن ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یا تو پاگل ہے یا پھر، ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ سکھ نے اس کی طرف کروٹ بدلی اور مسکرانے لگا۔

''کیوں صاحب کانپور کس وقت آئے گا۔'' اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''کانپور نہیں آئے گا بلکہ ہم لوگ چار بجے کانپور پہنچیں گے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''ایک ہی بات ہے۔'' اس نے ہنس کر کہا اور پھر چونک کر اٹھ بیٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے سنبھل کر اپنا جوتا تلاش کرنے لگا۔

جب وہ باتھ روم سے لوٹا تو فریدی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''فریدی صاحب آداب عرض ہے۔'' اس نے مسکرا کر جھکتے ہوئے کہا۔

اگر فریدی کی جگہ پر کوئی اور ہوتا تو اس اچانک حملے پر ضرور بوکھلا جاتا لیکن فریدی اسی طرح پرسکون رہا۔ سکھ نے شاید یہ سمجھا تھا کہ اچانک پہچان لئے جانے پر فریدی ضرور پریشان ہو جائے گا۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ فریدی کے اطمینان میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تو وہ خود بُری طرح بوکھلا گیا۔

''آداب عرض۔'' فریدی نے لیٹے ہی لیٹے کہا اور پھر کسی خیال میں ڈوب کر سگار کے کش لینے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

سکھ شاید الجھن میں پڑ گیا تھا کہ اب کیا کہے۔ اس کی حالت بالکل اس بچے جیسی ہو رہی تھی جس کی شرارت سے اچانک کوئی کار اسٹارٹ ہو جائے اور وہ بوکھلا کر یہ سوچ رہا ہو کہ اب مشین کس طرح بند کی جائے۔ وہ گھٹی گھٹی آواز میں کھانسنے لگا۔ فریدی کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے علاوہ اس کمپارٹمنٹ میں کوئی اور نہ ہو۔

''فریدی صاحب کہئے کیسا پہچانا۔'' وہ دوبارہ جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''اوں!'' فریدی چونک کر بولا۔ ''لیکن میری شرافت کی بھی داد دیجئے کہ میں نے آپ کو پہچان کر بھی خواہ مخواہ دخل در معقولات کی ضرورت نہیں سمجھی۔''

''آپ بھلا مجھے کیا جانیں۔'' وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔

''کیوں سردار جی! کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ آپ کی ڈاڑھی اور کیس دونوں نقلی ہیں۔'' فریدی نے لیٹے ہی لیٹے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سکھ چپ چاپ اپنی برتھ کی طرف لوٹ گیا۔ فریدی بدستور اسی طرح لیٹا چھت کی طرف دیکھ رہا تھا حالانکہ چلتی ہوئی ٹرین کے اندر ہوا کے جھراٹے آرہے تھے اور پنکھا چل رہا تھا لیکن پھر بھی سکھ کے ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ اس نے سرہانے رکھے ہوئے چھوٹے سے اٹیچی سے ریوالور نکالا اور فریدی کی طرف تان کر کہنے لگا۔

''بس خبردار اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔''

''عجیب احمق آدمی ہو۔'' فریدی نے ہنس کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ خواہ مخواہ اٹھنے کی کوشش کروں گا۔''

''بکومت!'' سکھ گرج کر بولا۔

''دیکھو بھئی گفتگو کے دوران میں تہذیب شرط ہے۔ ورنہ مجھے کہیں سچ مچ نہ اٹھنا پڑے۔'' فریدی نے نہایت اطمینان اور سنجیدگی سے کہا۔ ''تم آخر چاہتے کیا ہو۔ سب سے پہلے تم نے مجھے فریدی کہہ کر مخاطب کیا۔ حالانکہ مجھے لوگ میجر سردار خاں کہتے ہیں۔ لیکن میں نے بُرا نہ مانا۔ پھر تم نے میرا مضحکہ اڑانے کی غرض سے یہ کہا کہ میں تمہیں پہچان گیا۔ لیکن میں پھر بھی ٹال گیا حالانکہ میں نے چوری نہیں کی ڈاکہ نہیں ڈالا کہ تم اس طرح سے کہتے ہو کہ کیسا پہچانا۔ میں تو تمہارے خواہ مخواہ مذاق پر کچھ نہ بولا۔ لیکن میں نے ذرا یہ کہہ دیا کہ تمہاری داڑھی اور کیس نقلی ہیں تو تم نے ریوالور نکال لیا۔ عجیب آدمی ہو۔ تمہیں اس تاریک رات میں سیاہ چشمہ لگا کر پڑھتے دیکھ کر پہلے ہی خیال ہوا تھا کہ ضرور تمہارا دماغ خراب ہے پتہ نہیں لوگ ایسے آدمیوں کو تنہا کیوں سفر کرنے دیتے ہیں۔ مانا کہ تم کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ مگر ایسا بھی کیا کہ مذاق کی باتوں پر ریوالور نکال لو اور پھر چھیڑ پہلے تمہاری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ تم مجھ سے عمر میں چھوٹے ہو اسلئے بطور نصیحت یہ ضرور کہوں گا کہ اپنے اوپر قابو رکھنا سیکھو اور

ہاں ریوالور کا رعب ہر ایک پر نہیں پڑا کرتا۔ میں سن چودہ کی جنگ میں ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ یہ بالشت بھر کا ریوالور لاحول ولاقوۃ مجھے میجر سردار خاں کہتے ہیں۔ سردار جی۔"

سکھ کا ریوالور والا ہاتھ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ جھک گیا۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ رہا پھر کھنکار کر کہنے لگا۔

"معاف کیجئے گا میجر صاحب مجھے دھوکا ہوا ہے۔ اب آپ سے کیا پردہ۔ آپ بھی سرکاری آدمی ہیں۔ میں دراصل سی آئی ڈی کا انسپکٹر ہوں۔ آج کئی دن سے میں بہت بڑے بدمعاش کے چکر میں ہوں۔ مجھے دراصل بڑا دھوکا ہوا ہے۔ کیا کیا جائے کہ آنکھیں اس کم بخت کی آنکھوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں جناب میجر صاحب۔"

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "اکثر دھوکا ہو ہی جاتا ہے۔ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں آپ؟"

"کان پور!"

"چلئے سفر مزے میں کٹے گا۔ میں بھی کانپور جا رہا ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔"

"آپ آج کل کہاں تعینات ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"الہٰ آباد میں!"

"تب تو آپ بڑے مزے میں ہوں گے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"کیوں مزے میں کیوں؟" سکھ نے حیرت سے کہا۔

"خوب امرود کھاتے ہونگے۔" فریدی نے کہہ کر ایک بھدا سا قہقہہ لگایا۔ سکھ بھی ہنسنے لگا۔

"آپ سگار پیتے ہیں۔" فریدی نے سگار کیس بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں شکریہ۔"

"تو پھر کچھ باتیں کیجئے تا کہ راستہ کٹے۔ اب تو نیند آنے سے رہی۔ ریوالور دیکھتے ہی رفو چکر ہو گئی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''جی مجھے سخت شرمندگی ہے۔'' سکھ نے ہنس کر دانت نکال دیئے۔

''کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں۔'' فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سکھ بولا۔

''دیکھئے کب تک وہ بدمعاش ہاتھ آتا ہے۔''

''کون بدمعاش؟'' فریدی چونک کر بولا۔

''وہی فریدی!'' سکھ نے کہا۔ ''جس کے دھوکے میں خواہ مخواہ آپ کو پریشان کیا۔''

''دیکھئے اگر آپ اسی طرح دھوکا کھاتے رہے تو مشکل ہی سے اس پر ہاتھ پڑ سکے گا۔''

فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''ہاں یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ اس کا جرم کیا ہے۔''

''ارے صاحب معمولی جرم نہیں۔'' سکھ بولا۔ ''آپ نے الہٰ آباد کے کینیڈا بنک کی چوری کا حال ضرور سنا ہوگا۔ اس چوری میں اسی کا ہاتھ تھا۔ اس کے ساتھیوں نے ایک چوکیدار کو بھی جان سے مار ڈالا۔''

''تب وہ بڑا خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔'' فریدی نے کہا ''اور آپ اسے تنہا گرفتار کرنے نکلے ہیں۔''

''جی نہیں ہم کئی ہیں۔''

''اچھا!'' فریدی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''مجھے امید ہے کہ وہ جلد ہی گرفتار ہو جائے گا۔'' سکھ نے اپنا چشمہ اتارنے کی تیاری کرتے ہوئے کہا۔

فریدی اس کی آنکھیں دیکھتے ہی چونک پڑا اور پھر دل ہی دل ہنسنے لگا۔

''اچھا بھئی میجر صاحب اب تو نیند آ رہی ہے نمسکار!'' سکھ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''اچھا صاحب شب بخیر۔'' فریدی نے جلا ہوا سگار کھڑکی سے باہر پھینکتے ہوئے کہا۔

رات کے تقریباً تین بج رہے ہوں گے سکھ خراٹے لے رہا تھا۔ فریدی آہستہ آہستہ اٹھا اور دفعتاً سوئے ہوئے سکھ پر ٹوٹ پڑا۔ سکھ نے گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ فریدی کی

گرفت میں بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔ کچھ نیند کا خمار، کچھ اس اچانک حملے سے پیدا شدہ بدحواسی اور کچھ بوکھلاہٹ۔ ان سب چیزوں نے اس میں جدوجہد کی قوت نہ رہنے دی۔ فریدی نے اس کی ٹائی سے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر جکڑ دیئے۔ اب وہ برتھ پر بے بس پڑا ہوا گالیاں بک رہا تھا۔ فریدی کھڑا مسکراتا رہا۔ وہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر اپنے شکار کی پھڑ پھڑاہٹ سے کافی محظوظ ہوا کرتا تھا۔

''اب میں اپنے پیارے سی آئی ڈی انسپکٹر کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔'' فریدی نے جھک کر سکھ کی ڈاڑھی نوچتے ہوئے کہا۔ مٹھی میں بہت سے بال اکھڑ آئے اور اس کی منڈھی ہوئی شفاف ٹھوڑی دکھائی دینے لگی۔ فریدی نے ڈاڑھی کے بال نوچ لئے اور اس کی پگڑی اتار دی۔

''آخاہ! ڈاکٹر ستیش تم سے اتنی جلدی ملنے کی امید نہ تھی۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

وہ برابر اردو اور انگریزی میں گالیاں بکے جا رہا تھا۔

''شور مت مچاؤ ستیش!'' فریدی گرج کر بولا۔ ''آج ہی تو تم میری گرفت میں آئے ہو۔ دیکھتا ہوں اب کیسے بچ نکلتے ہو۔ عرصہ سے میری نگاہیں تم پر تھیں۔ میں تمہارے جرائم سے بھی واقف تھا لیکن تم قانون کی گرفت سے ہمیشہ بچ نکلتے تھے۔''

''دیکھا جائے گا...... اس وقت تم نے کون سے قانون کے تحت مجھے باندھ رکھا ہے۔ تم میرا کچھ نہیں کر سکتے۔'' ستیش تیزی سے بولا۔

''بھیس بدل کر لوگوں کو دھوکا دینا۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''کم از کم چھ مہینے کے لئے تو ضرور جاؤ گے۔''

''تم مجھے کھول دو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔'' ڈاکٹر ستیش نے چیخ کر کہا۔

''اور تمہیں کھول ہی دینے پر کیا اچھا ہوگا۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''تمہیں کھول دوں تا کہ تم مجھے اپنے بغیر لائسنس کے ریوالور کا نشانہ بنا دو۔ کیوں ہے نا یہی بات۔''

''دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ مجھے کھول دو ورنہ کہیں تمہیں اپنی ملازمت سے نہ ہاتھ دھونے پڑیں۔''

''میں پانی سے ہاتھ دھونے کا عادی ہوں۔اس کی آپ فکر نہ کریں۔''

''تو تم نہیں کھولو گے۔''

''ہرگز نہیں!''

''اچھا دیکھ لوں گا۔''

''جی بھر کر دیکھ لینا کہیں بعد میں پچھتانا پڑے بہت ممکن ہے کہ بملا اور رندھیر بھی اپنا زور لگا کر تمہیں زیادہ دنوں کے لئے بھجوا دیں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

بملا اور رندھیر کا نام سن کر ڈاکٹر ستیش کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ فریدی کو حیران آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

''کیوں چپ ہو گئے۔'' فریدی نے اپنے شانے اچھالتے ہوئے کہا۔ ''کیا غلط کہہ رہا ہوں؟ سچ سچ بتانا ڈاکٹر آخر اس بھیس میں تم کہاں اور کیا کرنے جا رہے تھے؟''

''اگر فرض کرو میں یہ نہ بتاؤں تو!'' ڈاکٹر ستیش نے تیزی سے کہا۔

''تمہاری مرضی...... میں کسی کو کسی بات پر مجبور کرنے کا عادی نہیں۔لیکن اس وقت سے ڈرو جب سول پولیس کے رنگروٹ تمہاری پوزیشن کا خیال کئے بغیر تم سے ساری باتیں اگلوانا شروع کر دیں گے۔اگر سیدھے سیدھے مجھے بتا دو گے تو اس عذاب سے تمہیں نجات مل جائے گی...... ورنہ!''

فریدی تھوڑی دیر تک رک کر ڈاکٹر ستیش کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتا رہا پھر اچانک بولا۔

''شام والی لاش بملا ہی کی تھی نا؟''

''ہاں آں کیا مطلب!'' ڈاکٹر ستیش چونک کر سنبھلتے ہوئے بولا۔ ''تم نہ جانے کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہو۔''

''خیر خیر میرا مقصد حل ہو گیا اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم آسانی سے یہ سب کچھ نہ بتاؤ گے۔خیر پھر سہی۔اچھا اتنا تو بتا ہی دو کہ جب تم مجھے پہچان گئے تھے تو خواہ مخواہ مجھے

چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

ڈاکٹر ستیش مسکرانے لگا۔ دفعتاً اس کی آنکھیں چمکنے لگیں، اس نے ہنس کر کہا۔

''واہ فریدی صاحب آپ کیسے سراغ رساں ہیں کہ اتنا بھی نہیں سمجھے۔ بھئی آپ کو دس بجے رات اسٹیشن کی طرف آتے دیکھا تو مجھے مذاق سوجھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ سے اس طرح تعارف حاصل کیا جائے۔ میں نے سکھ کا بھیس بدلا اور کار میں بیٹھ کر فوراً اگلے اسٹیشنوں کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں سے اتفاقاً مجھے اسی ڈبہ میں آنا پڑا جہاں آپ تھے۔ یہ اتفاق نہیں تو اور کیا ہے۔'' ڈاکٹر ستیش ہنسنے لگا۔

''بہت اچھے!'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''میری چھری سے مجھے ہی ہلاک کر رہے ہو۔''

ڈاکٹر میرے لئے تمہاری یہ باتیں کسی چھ مہینے کے بچے کی ''غوغاں'' سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اس بات کا یقین کیسے آ گیا تھا کہ میں کانپور ہی کی طرف سفر کروں گا۔ جب کہ گیارہ بجے اور دوسری تین گاڑیاں مختلف سمتوں میں جاتی ہیں۔''

ڈاکٹر ستیش خاموش ہوگیا۔ اس کے چہرے پر پشیمانی کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ کچھ خجالت اور کچھ جھنجھلاہٹ نے اس کے چہرے کو بہت زیادہ مضحکہ خیز بنا دیا تھا۔

''خیر تو تم یہ بھی نہیں بتانا چاہتے کہ تم نے مجھے خواہ مخواہ کیوں چھیڑا تھا'' فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

''دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ میرے ہاتھ کھول دو۔'' ڈاکٹر ستیش نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا۔

''اور میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ بار بار یہی ایک جملہ دہراتے جاؤ'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''تم عجیب گدھے کے بچے ہو۔'' ڈاکٹر ستیش نے چیخ کر کہا۔

''ذرا اس بات کو صاف کر دو کہ میں گدھے کا بچہ ہونے کی وجہ سے عجیب ہوں یا عجیب ہونے کی وجہ سے گدھے کا بچہ ہوں...... یا...... پھر......!'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''تمہارا سر!'' ڈاکٹر زور سے چیخا۔

''ہاں ہاں میرا سر!'' فریدی نے گھبراہٹ میں اپنا سر ٹٹولتے ہوئے کہا۔ ''کیا ہوا میرے سر کو......موجود تو ہے۔''

''چپ رہو اُلو کے پٹھے!'' ڈاکٹر ستیش زچ ہو کر زور سے چیخا۔

''اچھا چپ ہو گیا اُلو کا پٹھا!'' فریدی نے اسی انداز میں چیخ کر کہا اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈاکٹر ستیش نے جھنجھلاہٹ میں اپنا سر دیوار سے ٹکرایا۔

''ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو بھئی۔ اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسواؤ گے کیا؟ اگر دیوار ٹوٹ گئی تو!'' فریدی نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر ستیش نے جھنجھلاہٹ میں اس کے منہ پر تھوک دیا۔

''یہ اچھی علامت ہے۔'' فریدی نے رومال سے اپنا منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

''خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔'' ستیش نے تنگ آ کر کہا۔

''لیکن خدا ہی کا حکم ہے کہ میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں۔''

''او یو بروٹ!'' ڈاکٹر ستیش اس بُری طرح چیخا کہ اس کی آواز بھرا گئی اور وہ بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

''خوب دل کھول کر ہنس لو لیکن اتنا یاد رکھو کہ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔'' ستیش نے غصہ سے ہانپتے ہوئے کہا۔

''کیا کروں ڈاکٹر جب سے اس بوتل والی گیس کا اثر دماغ پر ہوا ہے بعض اوقات بے وجہ بھی ہنسی آنے لگتی ہے۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

ڈاکٹر ستیش کا منہ پھر اتر گیا۔ وہ فریدی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''ڈاکٹر سچ سچ بتانا وہ کس کی ایجاد ہے۔ تم سے تو اسکی امید نہیں......تم ٹھہرے گھامڑ آدمی۔''

''تم مجھے کیا سمجھے ہو۔'' ڈاکٹر ستیش نے فخریہ لہجے میں کہا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا۔

''تم نہ جانے کیا بک رہے ہو۔ کیسی گیس، کیسی ایجاد...... گھامڑ تم خود ہو گے۔''

''خیر یہ تو تمہارا دل ہی جانتا ہو گا کہ میں کتنا گھامڑ ہوں۔''

ڈاکٹر ستیش خاموش ہو گیا۔ اتنی دیر تک چیختے رہنے سے وہ نڈھال سا ہو گیا تھا۔ ایک ہارے ہوئے ناامید جواری کی طرح اس نے ہاتھ پیر ڈال دیئے۔

فریدی اب بھی اُسے چھیڑ رہا تھا۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔ فریدی نے گھڑی دیکھی۔ گاڑی پندرہ منٹ کے بعد کانپور پہنچنے والی تھی۔

تیسرا شکار

دوسرے دن فریدی کانپور سے لوٹ آیا۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر ستیش بھی تھا جس کی نگرانی کے لئے کانپور کے دو کانسٹیبل ساتھ آئے تھے۔ حمید فریدی کو لینے کے لئے اسٹیشن آیا تھا۔ وہ ڈاکٹر ستیش کو اس حال میں دیکھ کر متعجب تھا۔

''یہ حضرت کہاں؟'' اس نے فریدی سے کہا۔ ''میں یہاں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا کہ آخر یہ کہاں لاپتہ ہو گئے۔''

''بھئی میں ایسے دوستوں کو اپنے ساتھ ہی رکھتا ہوں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

ڈاکٹر ستیش اسے قہر بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

وہ لوگ اسٹیشن سے نکل کر باہر آئے۔ حمید فریدی کی کار لے کر آیا تھا۔ فریدی نے ڈاکٹر ستیش سے کار میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن وہ بدستور کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ کانسٹیبلوں نے اسے زبردستی کار میں بٹھانا چاہا۔ اچانک ایک فائر ہوا اور ڈاکٹر ستیش چیخ کر زمین پر آ رہا۔ گولی سر کی ہڈیاں توڑتی ہوئی پیشانی سے نکل گئی تھی۔ فریدی اور حمید اس طرف جھپٹے جدھر سے فائر ہوا تھا۔ لوگ اِدھر اُدھر بڑی بے ترتیبی سے بھاگنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی

بھگدڑ مچی جیسے عنقریب بمباری ہونے والی ہو۔فریدی بُری طرح جھلایا ہوا تھا۔

''بالکل بیکار ہے حمید...... ان کم بختوں کی بدحوسی کی وجہ سے شکار ہاتھ سے نکل گیا۔'' اس نے رک کر پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

حمید نے سراسیمگی کے عالم میں کہا۔

''یہ آخر ہوا کیا؟''

''بہت بُرا ہوا اب از سرِ نو کام کرنا پڑے گا۔ساری محنت برباد ہوگئی۔'' فریدی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ڈاکٹر ستیش کی لاش کوتوالی لائی گئی۔تھوڑی دیر بعد اس حادثہ کی خبر سارے شہر میں مشہور ہوگئی۔فریدی سے بیان لیا گیا۔اس نے ستیش کی گرفتاری سے لے کر موت تک کے سارے واقعات بتائے۔لیکن اس نے اپنے اس شبہ کا اظہار نہ کیا کہ ڈاکٹر ستیش کا تعلق رندھیر والے کیس سے بھی ہے۔اخبارات نے اس نئے حادثے پر طرح طرح کی حاشیہ آرائیاں کیں۔

حمید پورے حالات جاننے کے لئے بُری طرح بے چین تھا۔کوتوالی سے فرصت پا کر جب دونوں گھر آئے تو حمید سے صبر نہ ہوا۔وہ پھر پوچھ بیٹھا۔فریدی سفر کے سارے واقعات بتانے کے بعد بولا۔

''ہاں بھئی یہ تو بتاؤ کہ وہ لاش بملا ہی کی تھی نا۔''

''جی ہاں بملا کی!'' حمید نے کہا۔''اور سروج حوالات میں ہے۔''

''کیا مطلب؟'' فریدی نے چونک کر کہا۔

''آپ کے جانے کے بعد میں سروج کو کوتوالی لایا۔حالانکہ لاش خراب ہو چکی تھی۔اس کا چہرہ بڑی حد تک بگڑ گیا تھا لیکن سروج نے اسے پہچان لیا۔اس کا بیان دوبارہ لیا گیا۔دلبیر سنگھ کی ضمانت ہوگئی۔لیکن سروج ابھی تک حوالات ہی میں ہے۔''

''یہ بہت بُرا ہوا۔ان گدھوں کو کبھی عقل نہ آئے گی۔سارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا کم بختوں نے۔تم نے انہیں ایسا کرنے سے روکا کیوں نہیں۔''

''میں نے چیف انسپکٹر سے کہہ کر رکوانے کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے بھی کوئی دھیان

نہ دیا۔"

"خیر اور کوئی خبر!"

"ڈاکٹر ستیش یہاں سے غائب ہی ہو گیا تھا۔ دلبیر سنگھ اور سروج کی گرفتاری کے بعد مکان کی نگرانی کا کوئی سوال ہی نہیں رہ گیا۔"

"حمید تم اتنے بدھو کیوں ہوتے جا رہے ہو۔" فریدی نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تمہیں یہ کیسے سوجھی کہ یہی دونوں مجرم ہیں۔ اس قسم کے کام اکیلے نہیں کئے جاتے ہیں۔ شروع ہی سے چیختا آ رہا ہوں کہ اسمیں کسی گروہ کا ہاتھ ہے۔ پھر بھی تم نے ایسی حماقت کر ڈالی افسوس!"

"اب کیا بتاؤں ہو ہی گئی غلطی۔"

"بس قصہ ختم اُلو کہیں کے۔"

"کانپور میں کیا رہا۔" حمید تھوڑی دیر خاموش ہو کر بولا۔

"کانپور میں میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ ڈاکٹر ستیش ہی اس گروہ کا سرغنہ ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی موت اس طرح واقع نہ ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس گروہ کے ایک معمولی ممبر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ خود اس نے کسی قسم کا بیان نہیں دیا لیکن میں نے اپنے طریقوں سے اس بات کا پتہ لگا لیا تھا کہ وہ اس گروہ سے تعلق ضرور رکھتا ہے۔ ایک بات صاف نہ ہو سکی کہ وہ اس وقت بھیس بدل کر کانپور کیوں جا رہا تھا۔ اگر اس کا مقصد رندھیر سنگھ کے گھر کی تلاشی لینا تھا تو اس نے مجھے ٹرین میں چھیڑا کیوں تھا۔ چپ چاپ نکل کیوں نہ گیا۔"

"ہاں واقعی یہ چیز عجیب و غریب۔" حمید کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"میں ایک نتیجے پر اور پہنچا ہوں وہ یہ کہ جس وقت بملا کے گولی لگی وہ رندھیر کے موٹر سائیکل کے کیریئر پر بیٹھی تھی۔ رندھیر نے یہ بیان غلط دیا تھا کہ وہ تنہا جلالپور سے آ رہا تھا اور اس نے دھرم پور کے جنگل میں ایک عورت کی لاش دیکھی تھی۔ گولی لگتے ہی بملا گر گئی تھی۔ اس کے گرنے کے بعد رندھیر وہاں کچھ دیر رکا بھی تھا۔"

''یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''یہ دیکھو یہ خط مجھے کانپور میں رندھیر کے کمرے کی تلاشی لیتے وقت ملا تھا۔'' فریدی نے جیب سے خط نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

حمید خط پڑھنے لگا۔

''رندھیر! میں ایک بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہوگئی ہوں مجھے آ کر بچاؤ کسی طرح یہاں آ کر مجھے خاموشی سے نکال لے جاؤ۔ دیکھو یہ بات کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے ورنہ میری جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ مجھے لکھو کہ تم کب آ رہے ہو لیکن اس طرح آنا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے اس خط کو پڑھ کر جلا دینا!

بملا''

''لیکن اس خط سے آپ نے ان سب باتوں کا اندازہ کیسے لگا لیا۔''

''نہایت آسانی سے۔'' فریدی نے کہا۔ ''اگر مجھے یہ خط نہ ملتا تو مجھے نہ جانے کتنا اور بھٹکنا پڑتا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''یہ کوئی نئی بات نہیں۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''تم کبھی میرا مطلب نہیں سمجھتے۔ خیر سنو! جب یہ خط رندھیر کو ملا ہوگا تو اس نے اس کے جواب میں بملا کو لکھا ہوگا کہ وہ اسے نکال لے جانے کے لئے آ رہا ہے اور اس نے اس سے تمام واقعات بھی پوچھے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ یہ خط ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ جن کی گرفت سے وہ نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ انہوں نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ رندھیر کو یہاں آنے دیا جائے اور اس طرح بملا اور رندھیر دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ رندھیر یہاں آیا اس نے موٹر سائیکل حاصل کی اور بملا کو اس پر سوار کر کے لے بھاگا۔ قاتلوں نے اپنا پلان پہلے ہی سے تیار کر رکھا تھا۔ پہلے انہوں نے بملا کو ختم کیا۔ جب رندھیر یہاں سے پولیس لے گیا تو انہوں نے

گولیاں چلا کر پولیس والوں کو تو بھگا دیا اور رندھیر کو وہیں ڈھیر کر کے دفن کر دیا۔ اس طرح انہوں نے رندھیر کو پولیس کی نگاہوں میں مجرم قرار دے کر بملا کے غائب ہو جانے کا ذمہ دار بھی بنا دیا۔"

"لیکن جب انہوں نے رندھیر کو دفن کر دیا تھا تو اس بات کا کیسے پتہ چلتا کہ وہ یعنی رندھیر بملا کا منگیتر تھا۔ آخر اس کا اظہار بھی تو ضروری تھا ورنہ بملا کے فرار کی ذمہ داری اس پر کیوں عائد ہوتی۔" حمید نے کہا۔

"نہایت آسانی سے...... بملا نے رندھیر کو لکھ دیا تھا کہ وہ کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرے۔ لہٰذا اس کی روانگی کی اطلاع کسی کو نہ ہو سکی۔ یہ لازمی بات ہے کہ رندھیر کے اچانک اس طرح غائب ہو جانے سے لوگوں کو یہی خیال ہوتا کہ وہ دونوں کہیں فرار ہو گئے ہیں۔ جب کہ لوگ پہلے سے جانتے ہی تھے کہ دونوں ایک دوسرے کے منگیتر ہیں۔"

"ہوں!" حمید نے سوچتے ہوئے کہا۔ "پھر موٹر سائیکل کا نمبر مٹانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ اگر موٹر سائیکل کا نمبر نہ مٹایا جاتا تو اس کے مالک کا پتہ نہایت آسانی سے چل جاتا اور رندھیر کی لاش کو دفن کر دینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ پولیس ادھر اُدھر اندھیرے میں سر مارتی پھرے۔ وہ تو دُعا دو گیدڑوں کو کہ رندھیر کی لاش برآمد ہو گئی...... ورنہ ہنوز روزِ اول ہوتا۔"

"اب آپ نے کیا سوچا ہے۔" حمید نے کہا۔

"ابھی کچھ نہیں سوچا۔ ابھی تو فی الحال مجھے سروج کو رہا کرا کے جلالپور پہنچانا ہے۔"

"ہے ہے...... عشق اول دردِ دل...... اے دا!" حمید نے بطرز قوالی جھومتے ہوئے کہا۔

"کیا بکتے ہو!" فریدی بیزاری سے بولا۔

"ارے کیا پوچھتے ہیں حضور...... بس یہ سمجھ لیجئے کہ پرانے مصنفوں کے الفاظ میں وہ ملائک فریب، پری تمثال، روکش مہر و مہ و انجم، لعبت جبیں، زہرہ جبیں، بہ لبہائے شکریں، سراپا

انتظار، مبتلائے کھانسی و بخار، انتظار کی گھڑیاں کبھی گنتی ہوگی اور کبھی رکھ دیتی ہوگی ......اہے۔"

"بس بس بکواس بند...... ورنہ!"

"ورنہ آپ میرے حق میں دستبردار ہوجائیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"تم ہو اچھے خاصے گدھے۔" فریدی نے اکتا کر کہا اور آنکھیں بند کر کے آرام کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

خاندانی خبطی

فریدی حوالات میں سروج سے ملا۔ وہ اسے دیکھ کر رونے لگی۔ اس کی رہائی کا انتظام اس نے پہلے ہی کرلیا تھا۔ وہ اسے دم دلاسہ دیتا ہوا جلالپور لے آیا۔ ٹھاکر دلبیر سنگھ سروج کی آمد کے متعلق سن کر آپے سے باہر ہوگیا۔ اس کی بے نور آنکھوں میں خون اتر گیا۔ بھویں تن گئیں اور چیخ کر بولا۔

"اب یہاں کیا کرنے آئی ہو خاندانی عزت ملا تو دی خاک میں۔"

"بھیا جی، آخر اس میں میرا کیا قصور ہے۔" سروج روتی ہوئی بولی۔

"کیوں بلایا تھا تم نے بملا کو۔ خود جان سے گئی اور ہماری گردن نالی میں رگڑ گئی۔" اندھے دلبیر سنگھ نے چیخ کر کہا۔ "اب یہاں تمہارا کوئی کام نہیں ٹھاکر امر سنگھ کے خاندان کی بہو اور جیل میں جائے۔ تو بھی پرکاش ہی کے ساتھ کیوں نہ مرگئی۔"

"ٹھاکر صاحب بھلا اس میں ان کا کیا قصور ہے۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ چپ رہیئے جناب۔ یہ میرے گھریلو معاملات ہیں۔" دلبیر سنگھ چیخ کر بولا۔

"ٹھاکر صاحب مجھے شرمندگی ہے کہ آپ لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑی۔ اگر میں یہاں ہوتا

تو اس کی نوبت نہ آنے پاتی۔'' فریدی پھر اسی انداز میں بولا۔

''تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔'' دلبیر سنگھ جھلا کر بولا۔ ''آپ کیا جانئے کہ خاندان کی عزت کیا چیز ہوتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں لیکن اب جو ہوا سو ہوا۔ انہیں معاف کر دیجئے۔'' فریدی نے کہا۔

''اچھا تو آپ سفارش کرنے کے لئے آئے ہیں کیوں سروج اتنی جلدی اتنے جاں نثار پیدا کر لئے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

سروج بے اختیار رونے لگی۔

''ٹھاکر صاحب ایسے بزرگ کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''براہِ کرم آپ یہاں سے تشریف لے جائیے اور سروج تم بھی...... تمہارا اس گھر میں اب کوئی کام نہیں۔''

سروج نے دلبیر کے پاؤں پکڑ لئے۔ لیکن اس نے اسے بے دردی سے ہٹا دیا۔

''اب اس گھر سے میری لاش ہی نکلے گی بھیا جی۔'' سروج روتی ہوئی بولی۔

''تم یہاں سے چلی جاؤ ورنہ سچ مچ تمہاری لاش ہی نکلے گی۔'' دلبیر سنگھ چیخ کر بولا۔

''ٹھاکر صاحب آپ سروج کو دھمکی دے رہے ہیں۔ لہٰذا اب پولیس کو انہیں اپنی حفاظت میں لینا پڑے گا۔''

''پولیس!'' دلبیر سنگھ زہر خندہ کے ساتھ بولا۔ ''پولیس کی حفاظت میں تو یہ دو راتیں رہی ہے۔ کیا ابھی تم لوگوں کا جی اس سے نہیں بھرا!''

''کیا بک رہے ہو ٹھاکر ہوش میں آؤ تم فریدی سے گفتگو کر رہے ہو۔'' فریدی نے تیزی سے کہا۔

''ٹھاکر میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔'' سروج یک بیک بپھر کر بولی۔ ''میں بھی راجپوتنی ہوں۔''

''اچھا راجپوتنی کی بچی! تم جلدی سے یہاں سے اپنا منہ کالا کرو۔ خبر دار کبھی اس گھر کی

طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔'' دلبیر سنگھ غصہ میں کانپتا ہوا بولا۔

فریدی سروج کو لے کر مکان کے باہر چلا آیا۔ اب وہ پھر شہر کی طرف جا رہا تھا۔

''مجھے سخت شرمندگی ہے۔ سروج بہن۔''

''لیکن آپ نے کیا کیا ہے۔'' سروج رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں نے تمہیں پہلے ہی کیوں نہ اچھی طرح محفوظ کر دیا۔''

''قسمت کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے۔'' سروج سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ ''اب میں کہاں جاؤں۔ پتا جی سے جا کر کہوں گی کیا...... شاید وہ لوگ بھی مجھے پناہ دینے سے انکار کر دیں۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں کسی کے لئے بار بننا نہیں چاہتی۔ میں محنت مزدوری کر کے پیٹ پال لوں گی۔''

''کیا تم ایک بھائی کی التجا ٹھکرا دو گی۔ انسانیت کے ناتے میں تم سے درخواست کروں گا کہ جب تک تمہارا کوئی معقول انتظام نہ ہو جائے گا میری خدمت قبول کرو۔ میں ایک بھائی کی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔''

سروج خاموش ہو گئی۔ اس کی پلکیں زیادہ رونے کی وجہ سے سوج آئی تھیں اس نے کار کی کھڑکی پر سر رکھ کر اپنا منہ چھپا لیا۔

''یہ ڈاکٹر ستیش کے قتل کا کیا واقعہ ہے۔'' تھوڑی دیر بعد سروج نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

فریدی نے اسے سب واقعات بتا دیئے۔ وہ بڑے غور سے سنتی رہی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' سروج کار کی سیٹ کی پشت پر ٹیک لگاتی ہوئی بولی۔

''تو کیا تم ڈاکٹر ستیش کو اچھی طرح جانتی تھیں؟''

''جی ہاں! وہ تقریباً ہر ہفتہ ہمارے یہاں مہمان رہتے تھے۔''

''کیا دلبیر سنگھ سے اس کی دوستی تھی۔''

''نہیں وہ دراصل میرے شوہر کے دوست تھے۔ان کی موت کے بعد بڑے ٹھاکر سے ان کی گہری چھننے لگی۔''

''بملا سے وہ بے تکلف تھے یا نہیں؟''

''قطعی نہیں!''

''کبھی بملا ان کے ساتھ باہر بھی جاتی تھی یا نہیں۔''

''کبھی نہیں!''

''کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ دلبیر سنگھ سے ان کی دوستی کی کیا وجہ تھی۔''

''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اچھا تمہارے شوہر پرکاش بابو سے ان کی دوستی کی کیا وجہ تھی؟''

''میرے شوہر ایک مشہور سائنس داں تھے۔ وہ آئے دن نت نئے تجربات کیا کرتے تھے۔ڈاکٹر ستیش کو بھی اس سے دلچسپی تھی۔میرا خیال ہے کہ دونوں کی دوستی کی وجہ یہی تھی۔''

''تمہارے شوہر کس قسم کے تجربات کیا کرتے تھے۔انکا کوئی نہ کوئی موضوع ضرور ہوگا۔''

''انہیں گیسوں کے تجربات کا زیادہ شوق تھا۔اس سلسلے میں وہ کئی بار بہت سخت بیمار بھی پڑے تھے۔''

''بیمار کیسے پڑے تھے۔'' فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ایک بار تو بہت ہی عجیب وغریب واقعہ ہوگیا تھا۔ پرکاش بابو اپنی لیبارٹری میں کسی گیس کے متعلق تحقیقات کر رہے تھے کہ اچانک ان پر ہنسی کا دورہ پڑا۔میں اتفاق سے اس طرف جا نکلی۔ پہلے تو میں یہ سمجھی کہ کسی بات پر ہنس رہے ہوں گے۔اس لئے انہیں ہنستے دیکھ کر میں بھی یوں ہی ہنسنے لگی اور میں نے ان سے ہنسی کا سبب پوچھا لیکن جواب ندارد۔ وہ برابر ہنستے ہی جا رہے تھے۔تھوڑی دیر کے بعد ان کی آنکھیں سرخ ہوکر اپنے حلقوں سے ابلتی معلوم ہونے لگیں اور منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ دو تین منٹ تک یہی کیفیت رہی پھر اچانک وہ بے

ہوش ہو کر گر گئے۔"

"اچھا پھر ہوش میں آنے کے بعد تم نے اس کا سبب ان سے پوچھا تھا۔"

"میں نے بارہا دفعہ معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہمیشہ ٹالتے رہے۔"

"اس واقعہ کا تمہارے علاوہ کسی اور کو علم تھا۔"

"جی ہاں بڑے ٹھاکر صاحب بھی وہاں آ گئے تھے۔ اس وقت ان کی آنکھیں ٹھیک تھیں اور ڈاکٹر ستیش کو بھی اس کا علم تھا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ان دونوں اور گھر کے نوکروں کے علاوہ اور کسی کو بھی اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔"

"تم یہ وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہو۔"

"وثوق کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتی۔ البتہ یہ میرا اندازہ ہے کیونکہ پرکاش بابو نے ان سب کو منع کر دیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہیں۔"

"ہوں!" فریدی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "اچھا یہ بتاؤ تمہارے خیال میں ان چڑیا کے پنجوں والے جوتوں کو کون استعمال کر سکتا ہے۔"

"نہیں ایسا ناممکن ہے کیونکہ وہ کمرہ جہاں وہ عجائبات رکھے ہیں ہمیشہ مقفل رہتا ہے اور اس کی کنجی یا تو میرے پس رہتی ہے یا ٹھاکر صاحب کے پاس۔"

"خیر!" فریدی نے کھانستے ہوئے کہا۔ "مگر بھئی تمہارے یہ ٹھاکر صاحب بڑے ظالم آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں یہ بات نہیں۔ میں نے پہلی بار انہیں اس قدر غصے میں دیکھا ہے۔ ان کی نرم دلی سارے علاقہ میں مشہور ہے۔ وہ بھنگیوں تک کو بیٹا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ میری یادداشت میں انہوں نے کبھی کسی سے تیز کلامی نہیں کی۔ آج ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے ہیں کہ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا۔"

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اپنے مخصوص انداز میں نیم وا ہوتی جا رہی تھیں۔ یکایک ان میں عجیب قسم کی وحشیانہ چمک پیدا ہو گئی۔

چوتھا حادثہ

چار بجے شام کو فریدی دن بھر کا تھکا ماندہ گھر آیا تھا۔ آج وہ دن بھر ٹھا کر دلبیر سنگھ کے دوستوں کو ٹٹولتا رہا تھا۔ ڈاکٹر ستیش کے گھر کی تلاشی تو اس نے اسی دن لے لی تھی جس دن اس کا قتل ہوا تھا۔ معمولی ناشتہ کے بعد وہ اپنے کتوں کی دیکھ بھال میں لگ گیا۔ اس کے پاس تقریباً ایک درجن کتے تھے اور ہر کتا اپنی مثال آپ تھا۔ کتوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اس کے بعض بے تکلف احباب اسے خواجہ سگ پرست کہنے لگے تھے۔ صرف کتوں پر ہی منحصر نہیں۔ اس کے شوق عجیب وغریب تھے۔ اسے عجائبات کے جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ اس کی کوٹھی کا ایک کمرہ دنیا کی عجیب وغریب چیزوں کے لئے مخصوص تھا۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب و غریب چیز مختلف قسموں کے سانپ تھے۔ وہ ایک ماہر سپیرے کی طرح ان کی پرورش و پرداخت کرتا تھا۔ ان میں سے کئی ایسے بھی تھے جن کے زہر کی تھیلیاں وہ خود نکالا کرتا تھا۔ اس کی ان حرکتوں پر اس کے سارے ہم پیشہ اس کا مضحکہ اڑاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی شہرت کے لئے اس قسم کی عجیب وغریب حرکتیں کیا کرتا ہے۔

کتوں کی دیکھ بھال سے فارغ ہو کر فریدی اپنے عجائب خانے کی طرف گیا۔ جیسے ہی وہ دوسرے برآمدے کی طرف مڑا اسے سروج دکھائی دی جو عجائبات کے کمرے سے نکل رہی تھی۔

''تو آپ کو بھی اس کا شوق ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''کیوں کیا ہوا تم ڈریں تو نہیں۔ وہاں کئی بہت ہی خوفناک چیزیں بھی ہیں۔''

''آخر آپ نے اتنے سارے سانپ کیوں جمع کر رکھے ہیں۔''

''پتہ نہیں کیوں مجھے سانپوں سے عشق ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''لیکن فریدی بھیا یہ شوق خطرناک بھی ہے۔''

''لیکن یہ میرے لئے میرے پالتو کتوں کی طرح بے ضرر ہیں۔''

''تو پھر آپ نے ان کا زہر نکال دیا ہوگا۔''

''نہیں ایسا تو نہیں...... ان میں سے بہتیرے ایسے بھی ہیں جن کا زہر آج تک نکالا ہی نہیں گیا۔''

''انہیں کھلاتا پلاتا کون ہے۔''

''میں خود!'' فریدی نے کہا۔ ''آؤ تمہیں تماشا دکھاؤں۔''

دونوں کمرے میں داخل ہوئے، فریدی ایک الماری کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ الماری کے دروازوں میں نیچے کی طرف بے شمار چھوٹے بڑے سوراخ تھے۔

فریدی نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ یک بیک پھنکاروں کی آوازیں سنائی دیں اور الماری کے سوراخوں سے سانپ نکلنے لگے۔ سروج چیخ کر پیچھے ہٹ گئی۔

''ڈرو نہیں یہ کیچوؤں سی بھی بدتر ہیں ان میں زہر نہیں۔''

فریدی نے میز پر سے دودھ کا برتن اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ سارے سانپ اس پر ٹوٹ پڑے۔ فریدی نے دوسرا برتن بھی اٹھا کر اسی کے قریب رکھ دیا۔ لیکن وہ سب پہلے برتن پر پلے پڑ رہے تھے۔ وہ انہیں ہاتھ سے ہٹا ہٹا کر دوسرے برتن کے قریب لانے لگا۔ یہ دیکھ کر سروج پھر چیخ پڑی۔

فریدی ہنسنے لگا۔

''ڈرو نہیں سروج بہن یہ سب میرے دوست ہیں۔''

''مجھے یہ تماشا بالکل اچھا نہیں لگا۔ میں ڈرائنگ روم میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

سروج یہ کہہ کر باہر چلی گئی۔

دونوں برتن صاف کر لینے کے بعد سارے سانپ آہستہ آہستہ الماری کے سوراخوں میں چلے گئے۔ فریدی نے تھوڑی دیر ٹھہر کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور کچھ گنگناتا ہوا باہر نکل آیا۔

سرجنٹ حمید تیز قدموں سے عجائبات کے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ فریدی اسے دیکھ کر رک گیا۔

''کہو بھئی کیا خبر ہے۔''

''کوئی خاص خبر نہیں کوتوالی سے آرہا ہوں۔ ابھی ابھی دلبیر سنگھ کا نوکر آپ کے نام ایک خط دے گیا ہے۔''

فریدی خط پڑھنے لگا۔

''فریدی صاحب تسلیم!

مجھے اپنے کل کے رویے پر سخت افسوس ہے۔کل شاید زندگی میں پہلی بار مجھے غصہ آیا تھا۔ سروج کو سمجھانے کی کوشش کیجئے گا۔ خدا کرے کہ وہ مجھے معاف کردے۔ میں نے اس کی شان میں بہت ہی نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں جس کے لئے میرا ضمیر مجھے ملامت کررہا ہے جب تک وہ یہاں نہ آجائے گی مجھے سکون نہیں مل سکتا۔خدا میرے حال پر رحم کرے۔

منجانب: ٹھاکر دلبیر سنگھ''

''تو ہوش آ گیا ٹھاکر صاحب کو۔'' فریدی نے کہا۔

''اور یہ بہت بُرا ہوا۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''کیوں؟''

''میں یہ کیا جانوں۔لیکن سروج سے اس خط کا تذکرہ نہ کیجئے گا؟''

''آخر کیوں۔'' فریدی نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

''ارے تو کیا واقعی آپ!'' حمید ادھوری بات کر کے چپ ہوگیا۔

''عجیب آدمی ہو۔صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔آخر بات کیا ہے۔''

''کیا آپ سچ مچ سروج کو واپس بھیج دیں گے۔''

''تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے۔'' فریدی نے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''سنئے تو سہی!'' حمید اسے روکتے ہوئے بولا۔''کیا واقعی آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔''

''کہیں میں تمہاری پٹائی نہ کردوں۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔''خواہ مخواہ بھیجا چاٹے جارہے ہو۔''

''صرف ایک بات اور پوچھوں گا۔''

''فرمایئے!'' فریدی رکتے ہوئے ہنس کر بولا۔

''تو واقعی کیا آپ سروج......!''

''بکواس بند!'' فریدی جھلا کر بولا۔

سروج ڈرائنگ روم سے نکل آئی اور فریدی کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ حمید کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا۔

''کیا بات ہے۔'' سروج نے دونوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔'' فریدی کہتا ہوا اندر چلا گیا۔ سروج نے حمید پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور وہ بھی چلی گئی۔ حمید تھوڑی دیر تک کھڑا سر کھجاتا رہا۔ اچانک اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور چیخ مار کر دھڑام سے زمین پر گر گیا۔

چیخ کی آواز سن کر فریدی اور سروج برآمدے میں نکل آئے۔

''ارے ارے کیا ہوا'' فریدی حمید کی طرف جھپٹتے ہوئے بولا۔

''حمید حمید......!'' وہ اسے جھنجھوڑ کر پکارنے لگا۔

''ابھی تو اچھے بھلے تھے۔'' سروج نے کہا۔

''نہ جانے کیا ہو گیا۔'' فریدی نے حمید کے چہرے پر جھکتے ہوئے کہا۔

''تو کیا آپ واقعی سروج......!'' حمید آہستہ سے بولا۔

فریدی نے جھنجھلا کر اسکا منہ دبا دیا۔ ''چپ رہو۔'' فریدی نے اسکا منہ دبائے ہوئے چیخا۔

''ارے ارے......!'' سروج کہتی ہوئی آگے بڑھی۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''تم اسے نہیں جانتیں معلوم نہیں کون سا شیطان اس کے اندر حلول کر گیا ہے۔''

''صاحب آپ کی تو کوئی بات ہی میری سمجھ میں نہیں آتی۔'' سروج نے کہا۔

''اور میری بات!'' حمید اٹھتے ہوئے جلدی سے بولا۔

''ارے!'' سروج گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔

''حمید اگر تم اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو اچھا نہ ہوگا۔'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''آپ بہر حال میرے آفیسر ہیں۔''

''آخر بات کیا ہے۔'' سروج نے کہا۔

''کچھ سرکاری معاملات ہیں۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی اسے اب تک گھور رہا تھا۔

''آؤ چلیں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' فریدی نے سروج سے کہا حمید باہر کھڑا رہا اور وہ دونوں چلے گئے۔

''آخر بات کیا ہے؟'' سروج نے پھر پوچھا۔

''کچھ نہیں یونہی مجھے تنگ کر رہا ہے۔''

''اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ماتحتوں کو زیادہ سر نہ چڑھانا چاہئے۔'' سروج نے کہا۔

''مشکل تو یہی ہے کہ اسے میں ماتحت سمجھتا ہی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ باسلیقہ اور ذہین ہے۔ ہاں خیر چھوڑو......لو یہ خط دلبیر سنگھ نے مجھے بھجوایا ہے۔''

سروج خط لے کر پڑھنے لگی۔

''تو پھر آپ کیا کہتے ہیں۔'' سروج خط پڑھ کر بولی۔

''اُس کے متعلق بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ اب اس گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔''

''اور میں آپکے فیصلے کی قدر کرتا ہوں۔'' حمید نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

فریدی نے جھلا کر میز پر رکھا ہوا رول اٹھا لیا اور حمید سہم جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوا خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد فریدی اور حمید میں کیس کے

متعلق بحثیں چھڑ گئیں اور سروج اکتا کر باہر چلی گئی۔

''یہ کیا حماقت تھی۔'' فریدی سروج کے چلے جانے کے بعد بولا۔

''کیسی حماقت!''

''دیکھو سروج میری مہمان ہے۔ تمہیں اس قسم کی باتیں نہ کرنی چاہئیں کہ اسے دکھ پہنچے۔''

''تو یہ کہیئے کہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ارے یہ سب کچھ میں آپ ہی کیلئے کر رہا ہوں۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''محبت کرنے والوں کے پاس سمجھ ہوتی کہاں ہے۔''

''پھر وہی بکواس!'' فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔ ''میں تمہیں آخری بار سمجھاتا ہوں کہ اب تم اس کے متعلق کبھی کچھ نہ کہنا۔ کیا تم اپنی طرح سب کو گدھا سمجھتے ہو۔''

''جی نہیں میں اپنے علاوہ سب کو سمجھتا ہوں۔''

''دیکھو میاں حمید! تمہاری بوکھلاہٹیں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں عنقریب تمہارے والد صاحب کو لکھنے والا ہوں کہ جلد از جلد تمہارا کوئی معقول انتظام کر دیں۔''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں پچھلے دو ماہ سے بالکل عاشق نہیں ہوا۔''

''اچھا بھئی اب ختم کرو یہ قصہ۔'' فریدی نے کہا۔ ''کوئی قاعدے کی بات کرو۔''

''میرے خیال سے سول میرج ہی زیادہ قاعدے کی بات رہے گی۔''

''تم زندگی بھر سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔'' فریدی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''سچ سچ بتایئے گا آپ کا عشق کن منزلوں پر ہے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''کسی پریشان حال عورت کو سہارا دینا بھی ستم ہو جاتا ہے۔ ہات تیری قسمت کی ایسی کی تیسی۔''

''آپ خواہ مخواہ پریشان ہیں۔ میں آپ کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا۔'' حمید نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''اچھا میرے جاں نثار اب چپ ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔'' فریدی نے اکتا کر کہا۔

''تو اس طرح یہ اس شہر میں چوتھا قتل ہوگا۔'' حمید اپنے چہرے پر اداسی پیدا کرتے ہوئے بولا۔

اس کی مضحکہ خیز صورت دیکھ کر فریدی کو ہنسی آ گئی۔

اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔ ''ہیلو!''

''اوہ فریدی صاحب! میں سدھیر بول رہا ہوں۔ دھرم پور کے جنگل میں پھر ایک حادثہ ہوگیا ہے۔''

''کیا کہا حادثہ!''

''جی ہاں...... قتل...... ہم لوگ جا رہے ہیں۔ آپ اور حمید صاحب سیدھے وہیں پہنچ جایئے۔''

''لو بھئی...... چوتھا قتل بھی آخر ہو ہی گیا۔'' فریدی نے ریسیور رکھتے ہوئے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

''کہاں؟''

''وہیں...... دھرم پور کے جنگل میں...... جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ارے لو...... باتوں میں اندھیرا ہوگیا۔ اپنی ٹارچ ضرور لے لینا۔ جلدی کرو ورنہ کہیں لوگ کچھ گڑ بڑ نہ کریں۔''

''اب تو جناب میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی سچ مچ مجھے قتل کر دیتا تو اچھا تھا۔ یہ ملازمت کیا ہے، آفت ہے لاحول ولاقوۃ!'' حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں کمرے کے باہر نکل گئے۔

فریدی کی ناک

اچھی خاصی تاریکی پھیل گئی تھی۔ دھرم پور کی تاریک اور ویران سڑک پر انسپکٹر فریدی کی کارِ تیز رفتاری کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔

''بہت ممکن ہے کہ آج کی رات پھر خراب ہو۔'' حمید نے بے دلی سے کہا۔

''دیکھا جائے گا۔ ابھی سے کس بات کی پریشانی ہے۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

''پریشانی آپ کو نہ ہوتی ہوگی۔ یہاں تو جان نکل کر رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون گدھا ہے جس نے قتل کے لئے ایسی غیر شاعرانہ جگہ منتخب کر رکھی ہے۔ ارے قتل کرنا ہے تو ہمارے گھر کے آس پاس کہیں کر دیا کرے۔'' حمید نے بیزاری سے کہا۔

''جی نہیں!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اسے چاہئے کہ قتل کر کے لاش آپ کے گھر بھجوا دیا کرے۔''

''حمید ہنسنے لگا۔''

''کیا زندگی ہے ہماری بھی...... نہ دن چین نہ رات آرام...... اس سے بہتر تو کلرکی تھی۔ صبح دس بجے آفس گئے اور شام کو چار بجے شان سے گھر چلے آرہے ہیں۔ اس کے بعد رات اپنی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''کیا بوڑھی عورتوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔''

''کاش میں بوڑھی عورت ہی ہوتا مگر سراغ رساں نہ ہوتا۔ ہر وقت زندگی ریوالور کی نال پر رکھی رہتی ہے۔ یا پھر سراغ رسانی ہو انگریزی جاسوسی ناولوں کی طرز کی کہ جاسوس نے کسی قتل کی خبر سنتے ہی ایک آنکھ بند کی، کاندھوں کو ذرا سی جنبش دی۔ دو چار بار کان ہلائے۔ ایک بار منہ بسورا اور اچانک مسکراتے ہوئے قاتل کا نام معہ ولدیت اور پتہ بتا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ ایک ہم ہیں کہ دن رات بھوتوں کی طرح......!'' حمید رک کر کچھ سوچنے لگا۔

''کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔'' فریدی نے اکتا کر کہا۔

''ارے باپ رے باپ۔ دیکھئے کتنا اندھیرا ہے۔ کیا آپ گیدڑ کی لاش بھول گئے ہیں۔ میں تو صاحب ہرگز نہیں جاؤں گا۔ جہنم میں گئی ملازمت...... میرے پھیپھڑوں میں اتنا دم نہیں ہے کہ خواہ مخواہ چیخ چیخ کر قہقہے لگاتا پھروں اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑوں۔''

''تم بھی عجیب آدمی ہو۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیا ابھی تک تمہارے دل سے بھوتوں کا

خیال نہیں نکلا۔ ارے احمق آدمی۔ کتنی بار سمجھایا کہ وہ ان بوتلوں میں بھری ہوئی گیس کا اثر تھا۔“

”اگر یہ سچ ہے تو اس گیدڑ کی لاش کا کیا مطلب تھا۔ اس کے منہ میں دبے ہوئے پائپ کے کیا معنی تھے اور اس شعر کی کیا ضرورت تھی۔“

”اس کا مقصد محض یہی تھا کہ اسے دیکھ کر بے اختیار ہنسی آجائے اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر وہاں دوسرے آدمی موجود نہ ہوتے تو ہمارے اس مضحکہ خیز بیان پر کسی کو یقین نہ آتا۔ مجروں کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہم لوگ اس واقعے کو شیطانی کام سمجھ لیں اور تھک ہار کر بیٹھ جائیں۔“

”صاحب آپ کی یہ منطق میرے حلق سے نہیں اترتی۔“

”اچھا اب خاموش رہیے۔ ورنہ میرا گھونسہ آپ کے حلق سے اتر جائے گا۔“

”بے بسی کی موت سے اسے بہتر سمجھوں گا۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”نہ جانے کیوں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔“

”اور میرا دل نہ جانے کیوں اٹھ کر ٹہل رہا ہیں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا۔ ”دل بیٹھا جا رہا ہے۔ بہت خوب۔ میں غلط نہیں کہتا کہ تمہارے اندر کسی بڑھیا کی روح حلول کر گئی ہے۔ برخوردار اس قسم کے محاورے کسی مرد کو زیب نہیں دیتے۔“

”آپ برخوردار...... اس قسم کے محاورے......!“ حمید جلدی سے بولا۔

فریدی ہنسنے لگا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ موٹر کی آواز جنگل کے سناٹے میں گونج رہی تھی۔ کبھی کبھی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں سڑک پر ایک آدھ گیدڑ یا جنگلی بلیاں بھاگتی دکھائی دے جاتی تھیں۔ ہوا قطعی بند تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ حمید نے سگریٹ سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ دفعتاً فریدی چونک کر کہنے لگا۔

”کیوں حمید......! ٹیلی فون پر گفتگو کرنے کے بعد ہم لوگ کتنی دیر میں گھر سے روانہ ہو گئے ہوں گے۔“

”بمشکل تمام دس منٹ کے بعد۔“

''تعجب ہے کہ ابھی تک پولیس کی لاری دکھائی نہیں دی۔ آخر یہ لوگ کس رفتار سے روانہ ہوئے ہوں گے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کے بعد روانہ ہوئے ہوں۔''

''تب بھی اب تک انہیں پہنچ جانا چاہئے تھا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ سدھیر جلدی کی وجہ سے کوتوالی میں میرا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے اس نے سیدھے یہیں آنے کے لئے کہا اور اگر واقعی اتنی ہی جلدی تھی تو اس سست رفتاری کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔''

''تو کیا!'' حمید سیٹ پر اچھلتے ہوئے بولا۔ ''ہمیں کسی نے دھوکا دیا۔''

''بہت ممکن ہے۔ دراصل مجرم میری جان لینا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر ستیش بھی اسی مقصد سے میرے پیچھے لگا تھا۔''

''لیکن اگر وہ آپ کو قتل ہی کرنا چاہتا تھا تو خاموشی سے کیوں نہ کردیا۔ آخر چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''جہاں تک میرا خیال ہے وہ مجھے ایک بوڑھے کے بھیس میں دیکھ کر شبے میں پڑ گیا تھا۔ لہٰذا شک رفع کرنے کیلئے اس نے یہ چال چلی اور پھر کچھ دیر بعد اس نے ریوالور نکال لیا تھا۔''

''اچھا تو کیا واقعی آپ نے اسے پہچان لیا تھا۔''

''بالکل نہیں...... البتہ اندھیری رات میں سیاہ عینک ضرور شبے میں ڈال رہی تھی۔'' فریدی نے کہا۔

''ارے یہ کیا!'' حمید چونک کر بولا۔

''کیا بات ہے۔''

''ادھر بائیں طرف کی جھاڑیوں میں کوئی تھا۔'' حمید نے اندھیرے میں گھورتے ہوئے کہا۔

''فریدی نے کار کی رفتار کم کردی۔''

''یہ آپ کیا کررہے ہیں۔ رفتار تیز رکھئے۔'' حمید جلدی سے بولا۔

''کیوں کیا مرنے کا ارادہ ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''اگر کوئی تناور درخت اچانک کار کے

سامنے آ گرے تو ہم لوگ کہاں ہوں؟''

''ارے باپ رے باپ۔'' حمید کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

''ذرا ہوش و حواس درست رکھئے۔ کوئی حادثہ پیش آیا ہی چاہتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''ریوالور لائے یا نہیں۔''

''ار...... ریوالور......!'' حمید ہکلانے لگا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

''آپ ہنس...... ہنس...... ہنستے ہیں۔''

''تم بھی ہنسونا!''

''مجھے کھانسی آ رہی ہے۔'' حمید نے زبردستی کھانستے ہوئے کہا۔

''ارے!'' فریدی چونک کر بولا۔

ہیڈ لائٹ کی روشنی میں دور سڑک پر ایک آدمی اوندھا پڑا دکھائی دیا۔ فریدی نے کار کی رفتار دھیمی کر دی۔ کار رک گئی۔ فریدی نے کار پیچھے کی طرف لوٹانی شروع کی۔

''کیوں یہ کیا!'' حمید جلدی سے بولا۔

''خطرہ ہے، واپس چلیں گے۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

دفعتاً کار کی کھڑکی سے گذرتی ہوئی کوئی چیز فریدی کی کنپٹی سے لگ کر رک گئی۔ یہی واقعہ حمید کے ساتھ بھی پیش آیا اور ایک گرجدار آواز سنائی دی۔

''نیچے اُترو!''

دو عدد رائفلوں کی نالیں فریدی اور حمید کی کنپٹیوں سے لگی ہوئی تھیں۔ کھڑکیاں کھلیں اور دونوں نیچے اتار لئے گئے۔ وہ پانچ آدمی تھے ان کے چہرے سیاہ نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ چار کے پاس رائفلیں تھیں اور پانچواں ریوالور لئے ہوئے تھا۔''

''لے چلو!'' ریوالور والے نے کہا۔

دونوں کو دو دو آدمیوں نے پکڑ لیا اور وہ سب جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔ حمید اور

فریدی خاموش تھے۔ ریوالور والے نقاب پوش کے ہاتھ میں ٹارچ تھی وہ آگے آگے راستہ دکھاتا ہوا چل رہا تھا۔ دفعتاً فریدی بیٹھ گیا۔ جن آدمیوں نے اسے پکڑ رکھا تھا انہوں نے اسے اٹھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

ریوالور والا پلٹ پڑا۔ اس نے فریدی کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ فریدی مسکرا رہا تھا۔

''کیوں مکار! کیا اب کوئی نئی حرامزدگی سوجھی۔'' وہ گرج کر بولا۔

''میرا خیال ہے کہ میں آپ حضرات سے بے تکلف نہیں۔ لہٰذا تہذیب شرط ہے۔'' فریدی منہ بنا کر بولا۔

''اگر ہم خاموشی کی بجائے گانا گاتے ہوئے چلیں تو کیسی رہے گی۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

''چپ رہو چوہے کے بچے۔'' ریوالور والا پیر پٹختے ہوئے بولا۔

''آپ بڑے بداخلاق معلوم ہوتے ہیں۔'' حمید نے بھی زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن اسے پھر اٹھا دیا گیا۔

''اٹھو!'' ریوالور والے نے فریدی سے کہا۔

''رک جاؤ بھائی ذرا ستا لینے دو۔ اگر اجازت ہو تو میں ایک سگار بھی سلگا لوں۔'' فریدی نے پر اطمینان لہجے میں کہا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو یہیں پر ختم کر دینا ہوگا۔'' ریوالور والے نے کہا۔

''نیک کام میں دیر نہ کرنی چاہئے۔ اگر ختم ہی کر دینا ہے تو یہاں کیا برائی ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''اٹھو......!'' ریوالور والا پھر چیخا۔

''نہیں اٹھوں گا۔'' فریدی بھی اسی انداز میں چیخا۔

''اچھا ٹھہرو...... بتاتا ہوں تمہیں......!'' اس نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''ذرا اردو میں بتانا...... انہیں ہندی نہیں آتی۔'' حمید نے چلا کر کہا۔

''چپ رہو!'' وہ زور سے چیخ کر فریدی کی طرف بڑھا۔

فریدی کے ہاتھ ابھی تک ان دونوں آدمیوں نے جکڑ رکھے تھے۔ ریوالور والے نے فریدی کے بال پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن جنبش بھی نہ ہوئی۔

''تم یوں نہ مانو گے۔'' ریوالور والا فریدی کی ناک پکڑ کر دباتے ہوئے بولا۔

فریدی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ وہ لوگ جو فریدی کو پکڑے ہوئے تھے سنبھل نہ سکے۔ فریدی ان کی گرفت سے آزاد ہو کر اچھلا اور حمید پر آ گرا۔ جنہوں نے حمید کو پکڑ رکھا تھا وہ بھی حمید سمیت زمین پر آ رہے۔ ریوالور والا چیخنے لگا۔

''خبردار...... خبردار...... گولی مار دوں گا۔''

اب بالکل اندھیرا تھا۔ غالباً اس کش مکش کے دوران میں ریوالور والے کے ہاتھ سے ٹارچ گر گئی تھی۔ ریوالور والے نے ہوائی فائر کرنے شروع کئے۔ شاید اسے ڈر تھا کہ اندھیرے میں اسی کے آدمی زخمی نہ ہو جائیں۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک اندھیرے میں جدوجہد ہوتی رہی۔ ریوالور والے کی آواز برابر سنائی دے رہی تھی۔

فریدی اور حمید ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر پنجوں کے بل سڑک کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کار وہیں کھڑی تھی۔ دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔ جھاڑیوں کے اندر شور وغل کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو رفتہ رفتہ قریب آتی جا رہی تھیں۔ فریدی نے کار گھمائی اور وہ دونوں بہت زیادہ تیز رفتاری سے شہر کی طرف چل پڑے۔ اب فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جن کی آوازیں دور تک سنائی دیتی رہیں۔

''کیوں میاں حمید...... ہو گئی نا اچھی خاصی مرمت!'' فریدی نے کہا۔ ''وہ تو کہو اس مردود کے ہاتھ سے ٹارچ گر گئی ورنہ اس وقت ہم کہیں اور ہوتے۔''

''بس اب مت بولئے...... چپ چلے چلئے۔'' حمید نے کانپتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ میرے شیر...... بس اتنے ہی میں ہانپنے لگا۔'' فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"آپ ٹھہریئے جناب...... بھلا میں آپ کا مقابلہ کب کرسکتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"دیکھئے میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوٹ چلئے۔"

"اگر میں لوٹ جاتا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہتا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہاں آنے سے مجرموں کا کچھ کچھ سراغ مل گیا۔"

"وہ کیسے!"

"اس کا جواب یہ ٹارچ دے گی۔"

"ٹارچ!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "وہ کب سے بولنے لگی۔"

"اسی وقت سے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "اس وقت یہ ٹارچ بہت قیمتی ہے۔"

"ذرا دیکھوں تو۔"

"ہوں ہوں، چھونا مت اسے۔" فریدی نے اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "یہ بڑی محنتوں سے دستیاب ہوئی ہے۔ اتنی کشتی لڑنے کے باوجود بھی میں نے اس کی کافی حفاظت کی ہے۔"

"آخر کیوں۔"

"اس پر مجرم کی انگلیوں کے نشانات محفوظ ہیں جن کا چربہ اسی وقت فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ میں اتارا جائے گا۔"

حمید حیرت سے فریدی کا منہ دیکھ رہا تھا۔

گلاس کی چوری

دوسرے دن صبح فریدی حمید اور سروج ڈرائنگ روم میں ناشتہ کررہے تھے۔ فریدی نے رات والے واقعہ کی اطلاع کسی کو نہ دی لیکن حمید کے پیٹ میں چوہے کود رہے تھے۔ وہ اپنی

کارگزاریاں ایک حسین عورت کے سامنے دہرانے کے لئے بے چین تھا۔ دوران گفتگو میں کئی بار اس نے اس موضوع کی طرف آنے کی کوشش کی لیکن فریدی نے ہر بار اسے صاف اڑا دیا۔ آخر کار تھوڑی دیر کے بعد حمید بھی سمجھ گیا کہ فریدی رات والے واقعے کا تذکرہ سروج کے سامنے نہیں لانا چاہتا۔ وہ حسب معمول بے طرح چہک رہا تھا۔ بات بات پر لطیفے ہو رہے تھے۔

''واقعی حمید صاحب! آپ بہت زندہ دل انسان ہیں۔'' سروج نے کہا۔

''مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ آپ کے خیال کی تردید کرسکوں۔'' حمید نے جواب دیا۔

''لیکن مجھ میں اتنی ہمت ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''آپ کی ہمت کا کیا کہنا...... بڑے بڑے آپ کا لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ غرض کہ ہر قسم کی دھات مانتے ہیں۔''

سروج ہنسنے لگی اور فریدی صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اتنے میں ایک نوکر ہاتھ میں ایک لفافہ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

''ابھی ایک آدمی دے گیا ہے۔'' نوکر نے لفافہ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

فریدی خط نکال کر پڑھنے لگا۔ پھر وہ کاغذ سروج کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ ٹھاکر دلبیر سنگھ کا خط ہے۔''

''فریدی صاحب تسلیم!

میں شام کو آپ کا انتظار کر رہا تھا لیکن شاید آپ بہت زیادہ مشغول تھے یا سروج یہاں آنے پر رضامند نہ ہوتی ہوگی۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔ میں سروج کو اپنی بیٹی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ غصے میں میں نے اسے وہ سب کچھ کہہ ڈالا جو مجھے نہ کہنا چاہئے تھا۔ مجھے سخت ندامت ہے۔ اگر سروج بوڑھے ٹھاکر کے منہ پر طمانچہ مار کر بھی اس کی غلطی کو معاف نہ کرسکے تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ خدارا سروج کو لے کر جلد آیئے ورنہ میرے ضمیر کی ملامت میرا کام ہی تمام کردے گی۔

فقط...... نادم دلبیر سنگھ۔''

سروج کی آنکھوں میں آنسو جھلک آئے۔ٹھاکر کے خط نے اسکے دل پر گہرا اثر ڈالا تھا۔

''میں ضرور جاؤں گی فریدی صاحب ٹھاکر صاحب واقعی پریشان ہوں گے۔سچ مچ وہ مجھے بیٹی کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔'' سروج نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ چلئے میں آپ کو پہنچا آؤں۔ میں خود آج ٹھاکر صاحب سے ملنے کا ارادہ کررہا ہوں، واقعی بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ان سے مل کر مجھے ایک طرح کا قلبی سکون محسوس ہوتا ہے۔'' فریدی نے سگار سلگا کر کش لیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال تو یہ ہے!'' حمید نے کہا۔لیکن فریدی کی تیز نظروں سے گھبرا کر جملہ پورا نہ کرسکا۔

''ہاں آپ کیا کہتے ہیں۔'' سروج نے حمید سے پوچھا۔

''میں......یعنی کہ میں......'' حمید نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''میرا خیال ہے کہ آپ ضرور جائیے۔''

تھوڑی دیر کے بعد فریدی سروج اور حمید دھرم پور کی طرف جارہے تھے۔

جیسے ہی کار سروج کے مکان کے پھاٹک پر آکر رکی اس کا گرے ہاؤنڈ کتا دم ہلاتا ہوا دوڑ آیا۔

''جیک جیک!'' سروج اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

آواز سن کر ٹھاکر بھی چھڑی ٹیکتے ہوئے برآمدے میں نکل آیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔موٹے موٹے قطرے......اس کا محبت بھرا دل امنڈ آیا تھا۔سروج اس کے سینے سے سر لگا کر سسکیاں لینے لگی۔وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور روتا جارہا تھا۔کچھ دیر تک دونوں روتے رہے پھر آنسو پونچھ ڈالے گئے اور ڈرائنگ روم دلچسپ تذکروں سے گونجنے لگا۔

''بھئی بہت تیز گرمی پڑرہی ہے۔میرے خیال سے تو کچھ پینا چاہئے۔'' ٹھاکر نے کہا۔

''میں ابھی شربت بنوا کر لاتی ہوں۔'' سروج نے اٹھتے ہوئے کہا اور باہر چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد ایک ملازم کشتی میں شیشے کے خالی گلاس لایا۔فریدی نے گلاس ہاتھ میں اٹھالیا۔

''کتنے خوبصورت گلاس ہیں۔'' فریدی گلاس کو اپنے رومال سے صاف کرتے ہوئے بولا۔''اب ایسی چیزیں کہاں۔''

اس پر ٹھاکر صاحب نے ان گلاسوں کا خاندانی شجرہ سنا کر رکھ دیا۔فریدی ان کی باتوں کو دلچسپی سے سن رہا تھا اور ساتھ ساتھ ان گلاسوں کو اٹھا اٹھا کر انہیں رومال سے صاف بھی کرتا جارہا تھا۔

''بس جی چاہتا ہے کہ انہیں دیکھا ہی کیجئے۔'' فریدی نے گلاسوں کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھاکر صاحب گلاسوں کی تعریف سن کر اور زیادہ خوش اخلاق ہوتے جارہے تھے۔سروج جگ میں شربت لے کر آئی اور سب کے گلاس بھر دیئے۔

شربت پینے کے دوران ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ٹھاکر صاحب نے دھرم پور کے جنگل کے کیس کے متعلق بھی کافی دیر تک باتیں کیں۔اس کے بعد فریدی اور حمید واپس جانے کیلئے تیار ہوگئے۔سروج اور ٹھاکر انکے ساتھ پھاٹک تک آئے۔فریدی نے کار اسٹارٹ کردی۔

''بھئی حمید مجھے وہ گلاس بے حد پسند آئے ہیں۔'' فریدی نے تھوڑی دور چل کر کار روکتے ہوئے کہا۔

''تو گاڑی کیوں روک دی۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''میں انمیں سے ایک چرانا چاہتا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور کھڑکی کھول کر نیچے اتر گیا۔

''کیا مطلب!'' حمید کی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل پڑیں۔

''میں ابھی آیا!'' فریدی نے کہا۔

حمید کار میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔اسے حیرت تھی کہ آخر فریدی کو ہو کیا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد فریدی لوٹ آیا۔اس کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا۔

''کوئی خاص زحمت نہیں پیش آئی۔وہ لوگ گلاس وہیں چھوڑ گئے تھے۔'' فریدی نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

گود میں سانپ

دوسرے دن صبح فریدی اور حمید کوتوالی گئے۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر سدھیر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی ہاتھ پھیلا کر ان کی طرف بڑھا۔

''آیئے انسپکٹر صاحب! میں آپ ہی لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔'' سدھیر نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کہئے کوئی خاص بات۔''

''خاص بات صرف اتنی ہے کہ آپ آٹھ دس کانسٹیبل لے کر میرے ہمراہ چلئے۔'' فریدی نے کہا۔

''خیریت!'' سدھیر نے حیرت سے کہا۔

''جلدی کیجئے! آپ کا شکار میرے چوہے دان میں پھنس گیا ہے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''اس لئے ہم لوگ جلدی میں ناشتہ دان بھی ساتھ ہی لیتے آئے ہیں۔'' حمید جلدی سے بول اٹھا۔

''تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ ابھی تک آپ لوگوں نے ناشتہ نہیں کیا۔'' سدھیر نے کہا۔

''کہئے کچھ منگاؤں۔''

''نہیں شکریہ اس کی ضرورت نہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''آپ جلدی سے اپنے آدمیوں کو تیار کر لیجئے۔''

''جلال پور!''

''جلال پور!'' سدھیر نے حیرت سے کہا۔ ''تو آپ نے قاتلوں کا پتہ لگا لیا۔''

''قریب قریب......!'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

سدھیر نے ایک دیوان کو بلا کر کچھ ہدایتیں دیں اور خود آفس کے اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد آٹھ مسلح کانسٹیبل آ گئے۔

پولیس کی لاری جس پر سدھیر، حمید، فریدی اور آٹھ کانسٹیبل بیٹھے تھے جلال پور کی طرف

تیزی سے بھاگی جا رہی تھی۔

"ذرا مجھے کچھ پہلے سے بتا دیجئے تاکہ میں اسی کے مطابق انتظام کر سکوں۔" سدھیر نے کہا۔

"میرے خیال سے کچھ زیادہ پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی۔" فریدی نے جواب دیا۔

"پھر بھی!" سدھیر نے کہا۔

"بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قاتل کے دریافت ہو جانے پر آپ کو اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دینی ہوں گی۔"

"یہ تو ہو ہی جائے گا۔ یہ بتایئے کہ آخر قاتل ہے کون؟" سدھیر نے بے چینی سے کہا۔

"گھبرایئے نہیں ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"ذرا ہوشیاری سے رہنا۔" سدھیر نے اپنے سپاہیوں کیطرف دیکھ کر کڑی آواز میں کہا۔

"ہاں بھئی...... یہی وقت ہوشیاری کا ہے۔" حمید نے ہنس کر کہا۔ "اور ذرا ہم لوگوں کا خیال رکھنا۔"

"حمید صاحب کسی وقت تو ہم غریبوں کی خطائیں معاف کر دیا کیجئے۔" سدھیر نے کہا۔

"اچھا میں اسی وقت اس پر غور کروں گا۔" حمید نے کہا اور غور سے فریدی کی جیب کی طرف دیکھنے لگا جو خود بخود پھول کر پچک رہی تھی۔

"ارے!" حمید نے اچھل کر کہا۔ "انسپکٹر صاحب آپ کی جیب......!"

فریدی نے حمید کا شانہ دبا دیا۔ حمید خاموش ہو گیا۔ انسپکٹر سدھیر بھی چونک پڑا۔

فریدی نے جلدی سے اپنی ہیٹ اس طرح اپنے پہلو میں رکھ دی کہ جیب چھپ گئی۔

"کیا بات ہے۔" سدھیر نے حمید سے پوچھا۔

"کچھ نہیں...... یونہی ذرا......!"

"دماغ کا ایک اسکرو ڈھیلا ہونے لگا تھا۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

دلبیر سنگھ کی کوٹھی کے سامنے پولیس کی لاری رکی، سروج اور دلبیر سنگھ برآمدے ہی میں بیٹھے تھے۔ فریدی کے ساتھ اتنے بہت سے کانسٹیبل دیکھ کر سروج نے آہستہ سے کچھ کہا۔ دلبیر

سنگھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں یہ لوگ بھی برآمدے میں پہنچ گئے۔

"کہیے فریدی صاحب...... کوئی تازہ مصیبت......" ٹھاکر دلبیر سنگھ نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں...... ادھر سے گزر رہا تھا۔ سوچا آپ سے بھی ملتا چلوں۔"

"خوب خوب!" ٹھاکر دلبیر سنگھ نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسا بڑا آدمی مجھ سے اتنی انسیت رکھتا ہے۔ آپ لوگ تشریف رکھئے ارے کوئی ہے ذرا کرسیاں لانا۔"

"گرمی بہت شدید ہے۔" دلبیر سنگھ نے کہا۔ "میرے خیال میں آپ لوگ کچھ شربت پی لیجئے۔"

"جی نہیں شکریہ۔" فریدی نے کہا۔ "قطعی خواہش نہیں۔"

"کہیے کیا بملا والے کیس کی تحقیقات کے سلسلے میں کہیں تشریف لے گئے تھے۔" دلبیر سنگھ نے پوچھا۔

"جی ہاں...... کچھ کامیابی ہوئی تو ہے۔"

"کیا میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔" دلبیر سنگھ نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں!" فریدی اپنے مخصوص سنجیدہ لہجے میں بولا۔ "ایک تو یہی اطلاع آپ کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ رندھیر بملا اور ڈاکٹر ستیش کا قتل ایک ہی آدمی کی ایماء پر ہوا ہے۔"

"اچھا!" دلبیر سنگھ نے حیرت سے کہا۔ "واقعی یہ خبر انتہائی دلچسپ اور ساتھ ہی ساتھ حیرت انگیز بھی ہے۔"

"ٹھاکر صاحب۔" فریدی بولا۔ "کیا آپ مجھے بملا کا صحیح حلیہ بتا سکتے ہیں۔ مجھے اس کی لاش دیکھنے کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔"

"بہت خوب!" ٹھاکر صاحب نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "اگر کوئی اندھا کسی کا حلیہ بتا سکتا ہو تو ضرور پوچھئے۔"

"تو کیا واقعی اب آپ کو آنکھوں سے بالکل دکھائی نہیں دیتا۔" فریدی نے پوچھا۔

ٹھاکر دلبیر سنگھ کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ شاید اسے فریدی کا یہ سوال ناگوار گذرا تھا۔

''فریدی صاحب میرا خیال ہے کہ میں آپ سے عمر میں بہت بڑا ہوں۔'' دلبیر سنگھ نے تلخ لہجہ میں کہا۔

''یقیناً!'' فریدی نے اعتراف میں سر ہلایا۔

''تو پھر آپ کو مجھ سے مذاق نہ کرنا چاہئے۔'' دلبیر سنگھ نے اپنے غصے کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میں نے کوئی گستاخی نہیں کی۔'' فریدی نے ندامت آمیز لہجے میں کہا ''لیکن اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔''

''خیر...... خیر!'' دلبیر سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کوئی بات نہیں۔''

پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

''فریدی بھائی! مجرموں کے گرفتار ہو جانے کی کب تک امید ہے۔'' سروج نے کہا۔

''بہت جلد!'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو...... تا کہ ہم لوگوں کی طرف سے آپ کا شبہ رفع ہو۔'' سروج نے مغموم لہجے میں کہا۔

''آپ لوگوں پر شبہ...... ارے لاحول ولا قوۃ...... آپ بھی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ توبہ توبہ!'' فریدی یہ کہہ کر اپنے مخصوص لہجے میں سیٹی بجانے لگا۔ وہ دلبیر سنگھ کے سامنے بیٹھا ہوا باغ کی طرف گردن موڑے کچھ دیکھ رہا تھا۔

''ارے سانپ......!'' ٹھاکر دلبیر سنگھ بے اختیار اچھل کر بولا۔

فریدی کی جیب سے ایک کالا سانپ نکل کر اس کی گود میں رینگ رہا تھا۔ سب لوگ بدحواس ہو گئے۔

''سانپ دکھائی دیتے ہیں ٹھاکر صاحب۔'' فریدی نے ریوالور نکال کر ٹھاکر دلبیر سنگھ کی طرف تانتے ہوئے کہا۔ ''خبردار اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا۔''

ٹھاکر دلبیر سنگھ کے ہاتھ سے اس کی چھڑی چھوٹ پڑی۔

''تم نے اٹھنے کی کوشش کی اور میں نے گولی چلائی۔'' فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

''سدھیر صاحب ہتھکڑی۔''

ٹھاکر دلبیر سنگھ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دی گئی۔ اس کی بے رونق آنکھیں اور زیادہ بے نور ہو گئیں۔

''یہ آپ نے کیا کیا فریدی بھیا۔'' سروج بے اختیار چیخ پڑی۔

''ان کی آنکھوں کا علاج بغیر آپریشن...... اب انہیں اندھیرے میں رہنے کی ضرورت ہے۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔ ''واللہ انسپکٹر صاحب آپ ماہر امراض چشم بھی ہیں۔''

''ارے ارے...... یہ کیا ہو رہا ہے۔'' سروج بے بسی سے بولی۔

''گھبراؤ نہیں...... سروج بہن شکر کرو کہ تم بچ گئیں ورنہ کچھ دن بعد تم بھی بملا کا ساتھ دیتی نظر آتیں۔ اگر کچھ اور زیادہ جاننا چاہتی ہو تو کل شام کو مجھ سے ملنا۔ میں گھر پر ہی ہونگا۔''

ٹھاکر دلبیر سنگھ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''اٹھیئے سرکار!'' سدھیر نے اُسے ٹھوکر لگاتے ہوئے کہا۔

دلبیر سنگھ جھلا کر کھڑا ہو گیا اور ہتھکڑی میں جکڑے ہوئے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے سدھیر کے سر پر مارے کہ سدھیر تیورا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ آٹھوں سپاہی دلبیر سنگھ پر ٹوٹ پڑے۔

سروج چیخنے لگی۔

ٹھاکر دلبیر سنگھ لاری میں بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور لاری شہر کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

اسی دن شام کو پولیس نے دلبیر سنگھ کے مکان پر چھاپہ مارا۔ کافی تلاش اور جستجو کے بعد آخر کار فریدی اس تہہ خانے کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا جس میں دلبیر سنگھ نے کوکین

بنانے کا کارخانہ قائم کر رکھا تھا وہاں سے کافی مقدار میں کوکین برآمد ہوئی۔

اس کے علاوہ دوسرے کاموں سے فراغت پانے کے بعد وہ اور حمید ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ سروج پہلے ہی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''تم بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی ہو۔'' فریدی نے سروج سے کہا۔ ''حالانکہ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ تم اس جال میں پھنسنے سے بچ گئیں اگر دلبیر سنگھ کو کبھی تم پر ذرا سا شبہ بھی ہو جاتا کہ تم اس کے راز سے واقف ہو تو تمہارا بھی وہی انجام ہوتا جو بملا کا ہوا۔''

''لیکن آپ کو ان سب باتوں کا علم کیسے ہوا۔'' سروج بولی۔

''جب مجرم میری گرفت میں آ جاتا ہے تو جس طرح چاہتا ہوں آسانی سے سب اگلوا لیتا ہوں۔ صرف دلبیر سنگھ ہی اس قید میں نہیں بلکہ اس کے بارہ ساتھی بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ سب شہر کے چھٹے ہوئے شریف قسم کے بدمعاش ہیں۔''

''آخر بملا ان لوگوں کے جال میں کیسے پھنس گئی۔'' سروج نے کہا۔

''اسی وقت سنو گی۔'' فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ ''خیر سنو ایک دن جب تم گھر پر نہیں تھیں بملا نے دلبیر سنگھ کو کچھ لکھتے دیکھ لیا۔ اسے حیرت ہوئی ہوگی اور حیرت کی بات بھی ہے کہ اندھے لکھا نہیں کرتے۔ دلبیر سنگھ کو اس کا احساس ہو گیا۔ اس وقت اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ بملا کو لے جا کر تہہ خانے میں قید کر دے۔ تہہ خانے میں لے جا کر دلبیر سنگھ نے زبردستی اس سے ایک خط تمہارے نام لکھوایا کہ وہ اپنے کسی عزیز سے ملنے شہر جا رہی ہے اور معلوم نہیں کب تک اس کی واپسی ہو۔ دلبیر بملا کی تحریر لے کر اسے تہہ خانے میں بند کر کے چلا آیا۔ یہ فوری کام اس نے اس لئے کیا تھا کہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے رائے لینے کے بعد کوئی دوسری کارروائی کر سکے۔ تمہارے آنے پر اس نے بملا کا خط تمہیں دے دیا تھا اور تم مطمئن ہو گئی تھیں۔ کیوں ہے نا یہی بات۔ دلبیر سنگھ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا جن میں ڈاکٹر ستیش بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر ستیش نے جو رائے دی اس پر سب راضی ہو گئے۔ لہٰذا وہیں تہہ خانے میں تیز روشنی کا انتظام کر کے بملا اور ستیش کی ایک تصویر کھینچی گئی۔ وہ تصویر بھی مجھے مل گئی

لیکن وہ ایسی نہیں کہ تمہیں دکھلاسکوں۔ بہر حال بملا سے کہا گیا کہ اس نے دلبیر کا راز کسی کو ظاہر کیا تو وہ تصویر اس کے عزیزوں اور اس کے منگیتر کے پاس بھیج دی جائے گی۔ اتنا کچھ کر لینے کے بعد بھی ان لوگوں کو اطمینان نہ ہوا۔ اسی دوران میں ان کے ہاتھ بملا کے منگیتر کا ایک خط لگ گیا جس سے ظاہر ہوا کہ شاید ان دونوں کے والدین میں کچھ جھگڑا ہوگیا ہے اور وہ لوگ شادی کرنے پر رضامند نہیں۔ اس خط کو دیکھتے ہی دلبیر سنگھ نے ایک اسکیم بنائی۔ وہ یہ تھی کہ اگر رندھیر اور بملا اس دوران غائب کردیئے جائیں تو ان کے والدین یہی سمجھیں گے کہ شاید رندھیر بملا کو کہیں بھگا لے گیا۔ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ڈاکٹر ستیش بملا کا ہمدرد بن گیا۔ اس نے وہ تصویر اسی کے سامنے جلادی اور اس سے کہا کہ تم رندھیر کو ایک خط لکھو کہ وہ تمہیں یہاں سے آکر نکال لے جائے۔ ڈاکٹر ستیش نے بملا کو اچھی طرح اطمینان دلایا کہ وہ اس کی پوری پوری مدد کرے گا۔ رندھیر کا جواب آنے پر انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ کب آرہا ہے۔ جہاں تک دونوں کو قتل کردینے کی اسکیم کا تعلق ہے ان لوگوں نے بڑی چالاکی سے کام لیا۔ لیکن اور زیادہ پردہ پوشی کے لئے پولیس کو بھی اس میں الجھا دینے کی اسکیم بنا کر سخت دھوکا کھایا۔ حالانکہ ان کی اسکیم بھی بڑی شاندار تھی۔ ان کا خیال تھا کہ بملا اور رندھیر کے اس طرح غائب ہوجانے سے بملا کے والدین ان دونوں کا حلیہ جاری کرائیں گے اور جب پولیس کو معلوم ہوگا کہ دھرم پور کے جنگل میں لاش دیکھنے والا رندھیر سنگھ ہی تھا تو پولیس اور زیادہ سرگرمی سے اس کی تلاش شروع کردے گی اور شاید ایسا ہوتا بھی۔ اگر عین وقت پر جنگلی گیدڑ ہماری مدد نہ کر بیٹھتے۔ میں نے تمہیں گیدڑ کی لاش کا واقعہ بتایا تھا۔ وہ بھی دلبیر سنگھ کی حرکت تھی۔ ڈاکٹر ستیش صاحب کانپور جارہے تھے۔ رندھیر کے گھر کی تلاشی لینے تاکہ بملا کا خط ڈھونڈ کر اسے جلا سکیں۔ راستہ میں مجھ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہ گرفتار ہوگیا۔ اس کے ساتھ اور آدمی بھی تھے جو اس کے گرفتار ہونے کے بعد راستے ہی سے پلٹ آئے۔ اس نے اس کی خبر دلبیر سنگھ کو دی۔ دلبیر سنگھ نے سوچا کہ اب اسے بھی ٹھکانے لگا دینا چاہئے ورنہ ممکن ہے کہ پولیس اس سے اگلوا لے۔ پھر دلبیر سنگھ نے مجھ پر اور حمید پر بھی حملہ کیا تھا لیکن تم ابھی تک نہیں جانتیں کہ مجھے یہ کیسے معلوم۔

ہوا کہ دلبیر سنگھ ہی مجرم ہے۔ جن لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا ان میں سے ایک کی ٹارچ میرے ہاتھ لگ گئی۔ اس کی انگلیوں کے نشانات اس ٹارچ پر باقی رہے جنہیں میں نے کاغذ پر اتروا لیا۔ مجھے دلبیر سنگھ پر شروع ہی سے شبہ تھا۔ حالانکہ وہ ایک اندھے کا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ لیکن...... ہاں تو جب میں تمہیں یہاں چھوڑنے آیا تھا تو تمہیں یاد ہوگا کہ تم نے ہم لوگوں کو شربت پلایا تھا۔ میں نے وہ گلاس چرالیا جس میں دلبیر سنگھ نے شربت پیا تھا۔ اس پر دلبیر سنگھ کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ اس گلاس کے نشانات اور اس ٹارچ کے نشانات میں کوئی فرق نہ نکلا اور پھر آپ کے ٹھاکر صاحب آخرکار دھر لئے گئے۔"

''اچھا یہ بتائیے کہ میرا کیا حشر ہوگا۔'' سروج پریشانی کے لہجے میں بولی۔

''کچھ بھی نہیں۔ تمہیں صرف سرکاری گواہ بننا پڑے گا۔ میں تم سے پہلے ہی وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔''

''اب تم اتنی بڑی جائیداد کی تنہا مالک ہو۔ دلبیر سنگھ تو پھانسی سے بچ نہیں سکتا۔''

''میں آپ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ اگر میرا کوئی سگا بھائی بھی ہوتا میرے لئے اتنا نہ کرسکتا۔''

''اچھا تو مجھے سگا بھائی نہیں سمجھتیں۔'' فریدی نے روٹھ جانے والے انداز میں کہا۔

''میرا بھیا۔'' سروج نے کہا اور اس کی آنکھوں میں محبت کے آنسو امنڈ آئے۔

حمید نے ایک بھونڈا سا قہقہہ لگایا۔ جھینپا جھینپا سا قہقہہ......

ختم شد